هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ
۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذَالِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت رفاعۃ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت جبرئیل امین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا اصحاب بدر کا تمہارے اندر کیا مقام ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ تمام مسلمانوں میں افضل ہیں، یا اس کے ہم معنی اور کوئی کلمہ فرمایا۔ حضرت جبریل بولے کہ اسی طرح سے ان فرشتوں کا بھی (فرشتوں میں) مرتبہ ہے جو بدر میں شریک ہوئے۔ (بخاری)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ، (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کئے ہیں۔ کہ ان میں ہم ٹڈیاں پکڑ کر کھاتے تھے (اس حدیث کو امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔ " رَجُلٌ۔ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین شخص ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔ اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ایک تو وہ شخص ہے جس کے پاس جنگل بیابان میں اپنی حاجت سے زیادہ پانی ہے اور وہ پھر مسافر کو نہیں دیتا۔ اور دوسرا وہ شخص جس نے عصر کی نماز کے بعد کسی سے کوئی سامان فروخت کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ میں نے یہ چیز اتنے اتنے میں لی۔ دوسرے نے اس کی تصدیق کی (اور اس چیز کو لے لیا) حالانکہ اس کی قیمت اتنی نہ تھی۔ اور (تیسرا) وہ شخص ہے، کہ جس نے امام کی بیعت دنیا کے لئے کی، اگر وہ کچھ اس کو دیتا ہے، تو اطاعت کرتا ہے ورنہ نہیں۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ "، قَالَ۔ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں، کہ تم بہترین امت ہو۔ جس کو لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور بہترین آدمی لوگوں کے لئے وہ ہے جو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (بخاری)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ، رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ،

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت اس قوم سے خوش ہوتا ہے جو جنت میں بیڑیوں کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں (ان دونوں حدیثوں کو بخاری نے ذکر کیا ہے)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا، (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشا فرمایا کہ شہروں میں محبوب ترین مقام اللہ تعالیٰ کے مسجدیں ہیں اور شہروں میں مبغوض ترین مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بازار ہیں (مسلم)

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ قَالَ لَا تَكُوْنَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا، وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَكُنْ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کا قول منقول ہے کہ اگر تمہارے اندر قوت ہو۔ تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والے مت ہو اور نہ بازار میں سب سے آخر میں نکلنے والے ہو۔ اس لئے کہ یہ شیطان کا معرکہ ہے۔ اور یہی شیطان اپنا جھنڈا قائم کرتا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔ اور برقانی نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث (اس طرح) نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والے حضرات میں سے نہ ہو۔ اور نہ اس سے سب سے آخر میں نکلنے والے بنو۔ (اس لئے) کہ اسی میں شیطان انڈے بچے دیتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، " أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے فیصلہ خونوں کے بارے میں کیا جائے گا (اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

ہفت روزہ

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

خدام الدّین

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی - ۶ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۷ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء | شمارہ ۱۱

اسلامی دولت مشترکہ

عالم اسلام کے سینے میں ایک خلش صدیوں سے پرورش پا رہی ہے۔ کہ جیسے بھی بن پڑے تمام اسلامی ممالک کسی ایسی زنجیر میں منسلک ہو جائیں کہ دنیا ان کی شوکت وحشمت اور ان کی قوت کو مثبت حیثیت سے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ علامہ جمال الدین افغانیؒ سے لے کر علامہ اقبال مرحوم تک وقتاً فوقتاً یہ آواز بلند ہوتی رہی۔ اور اب بھی کبھی نہ کبھی اس کی صدائے باز گشت سنائی دے جاتی ہے مگر مغربی طاقتوں نے جو عیسائیت کے غلبہ کو برقرار رکھنا چاہتی تھیں۔ اس آواز کو دبانے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ وہ اسلامی ممالک کے درمیان غلط فہمیاں پھیلاتے رہے اور مسلمانوں کو باہم دست و گریباں کرانے کے لئے ایسی چالیں چلتے رہے۔ تاکہ یہ خواب کسی بھی عہد میں شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے تاہم مسلمانوں نے بھی کوششیں جاری رکھیں اور اب موجودہ دور میں عرب نیشنلزم جو کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ بھی دراصل مسلمانوں کے اسی جذبے کا ایک رُخ ہے۔ مگر عرب نیشنلزم اور سوشلزم کو جس رنگ میں بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر پیش کیا جا رہا ہے اُس سے وہ آفاقی تصور ہنوز تشنۂ تکمیل نظر آ رہا ہے۔ جس تصور کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے بزرگان دین اور اکابرین امت نے آہ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی کو وقف کر رکھا تھا۔ ہر عہد کا جدا مزاج اور اس کا اپنا ایک مخصوص طرزِ فکر و عمل ہوتا ہے۔ جس کے تحت بعض مخصوص ذرائع اختیار کرنا ناگزیر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ صدر پاکستان نے ایک نئے انداز سے اسلامی کنفیڈریشن بنانے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ صدر پاکستان کا دورۂ افغانستان و ایران اور ترکی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ صدر ایوب نے بجا فرمایا ہے۔ کہ ترکیہ، ایران، افغانستان اور پاکستان باہمی دلچسپی کے امور پر ایک ادارے کی حیثیت اختیار کریں۔ تو ایک نئی آواز اپنی مخصوص افادیت کے اعتبار سے دنیائے تہذیب و تمدن کو متاثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ بظاہر یہ اتحاد سینٹو اور سیٹو کی شکل میں پہلے ہی موجود ہے۔ لیکن مذکورہ اتحاد مغربی طاقتوں اور خصوصاً امریکہ وغیرہم کے منشاء اور ان کے تعاون سے معرض وجود میں آیا تھا لیکن دنیا کے بدلتے ہوئے حالات نے متذکرہ اتحاد کی ہیئت بدل کر رکھ دی ہے۔ اور وہ اپنی افادیت اس لئے کھو چکا ہے۔ کہ جن حلیفوں کے تعاون سے ایشیا کے اندر یہ بلاک بنایا گیا تھا۔ وہ خود امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ممالک کی منافقانہ روش سے نہ صرف مجروح ہو چکا ہے۔ بلکہ اپنی تمام رعنائیاں گنوا بیٹھا ہے۔ اس لئے اب غیر جانبدار مسلمان ممالک کو از سر نو اپنی خارجہ حکمت عملی تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

بظاہر افغانستان کی پوزیشن بڑی حوصلہ افزا ہے لیکن بعض امور ابھی طے ہوئے باقی ہیں۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ افغانستان کے حکمران اس سلسلے میں کس راہ عمل کو پسند کرتے ہیں۔

اصل سوال یہ نہیں ہے۔ کہ جنوب مشرقی ایشیا کے اندر جو انقلابی تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ مسلمان ممالک اس کا مقابلہ کیوں کر کریں۔ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ عرب ممالک کے اتحاد کو وسیع تر بنیادوں پر پھیلا کر اسلامی ممالک کی دولت مشترکہ کیونکر بنائی جا سکتی ہے شاعر مشرقؒ نے برسوں ہوئے کہا تھا ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر

لیکن مغرب کی بڑی قوموں نے عہد شکنی او ایفائے عہد کو پس پشت ڈال کر ایشیا کے اندر مسلمان ممالک کے لئے جو پریشانیاں پیدا کی ہیں۔ اور نو آبادیاتی نظام کے تن مردہ کو سیاسی طور پر جس طرح پھر زندہ کرنے کے لئے مسئلہ کشمیر، فلسطین اور اسی نوع کے دوسرے مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی ملکوں کو ایک بنیان مرصوص بن جانے کی ضرورت ہے آج کے عہد کا نعرہ مسلمانوں کے لئے صرف یہی نہیں کہ وہ سامراجیوں کی چالوں سے خبردار ہیں بلکہ ان کا سب سے اولین فرض یہ ہے کہ وہ ایک ناقابل شکست قوت بن جائیں۔ تاکہ مغربی سامراج اور دنیائے عیسائیت پھر انہیں جدا نہ کر سکیں۔

خدا کے فضل سے آج بہت سے نو آزاد ملک ایسے ہیں۔ جو اپنی اسلامی تہذیب اور اسلامی تمدن کی سربلندی چاہتے ہیں تاریک براعظم افریقہ کے ملک ہوں یا ایشیا کے مسلمان ملک سب ہی چاہتے ہیں کہ جیسے بھی بن پڑے اس عظمت رفتہ کو واپس حاصل کریں۔ جسے پامال کرنے کے لئے برطانیہ، فرانس اور دوسرے سامراجی ممالک نے عرب ملکوں کے ٹکڑے کئے اور مسلمانوں کا کوئی ایک مضبوط محاذ نہ بننے دیا وقت آگیا ہے۔ کہ اسلامی ممالک اس تڑپ کا اظہار کریں۔ جس تڑپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک قوم بنا دیا تھا ؎

ایک ہو جائیں غلامانِ محمد مصطفٰے
ساحل الجیریا سے تا بہ انڈونیشیا

کون جانے کہ مبداءِ فیض کی کرم گستری ایک بار پھر اسی خاکستر میں پوشیدہ چنگاریوں کو شعلۂ جوّالا بنانا چاہتی ہے۔ جس کی تیز چمک اور حدّت کفر کے رنگ محلوں کو آتشیں بگولوں میں بدل کر رکھ دے۔ شرط صرف یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک ایک مرکز پر جمع ہو جائیں جو وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ ہم پاکستانی مسلمانوں پر باقی دنیا سے زیادہ ذمہ داری ہے کیونکہ ہم نے اسلام کے نام پر یہ ملک بنایا ہے۔ جس کے تقاضے لسانی وجغرافیائی تخصیص کے باوصف سوالیہ نشان بن کر ہم سے مخاطب ہیں کہ عالم اسلام کو سربلند کرنے کی سب سے زیادہ ذمہ داری کن پر عائد ہوتی ہے۔ آج پوری دنیا پاکستانیوں کے قول و عمل کو احتساب کے ترازو میں تول رہی ہے خدا کرے کہ ہم اپنے دعوٰی میں صداقت پسند ثابت ہو جائیں صدر ایوب کی اس مساعی کے لئے ہم دعا گو ہیں۔ اور تمام مسلمانوں سے التماس کرتے ہیں، کہ وہ عالم اسلام کے اتحاد کے لئے ہر نماز کے بعد خدائے بزرگ و برتر کے حضور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر دے۔

۹؍صفر المظفر ۱۳۸۴ھ بمطابق ۹؍جولائی ۱۹۶۴ء

ایمان کی حفاظت

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی وسلام
علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد۔

اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اُس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا اور مل بیٹھ کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ دنیا میں ایمان اور عمل صالحہ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ دنیاوی مال۔ زمین حکومت مل سکتی ہے۔ لیکن ایمان بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ اور جن کے پاس ایمان اور عمل صالحہ کی دولت ہے۔ اُن کے متعلق اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

یہی اللہ کے دوست ہیں۔ وہ نہ غمگین ہوں گے۔ اور نہ ہی اُنہیں کوئی خوف ہوگا۔

یعنی قیامت کے دن اللہ کے نیک بندوں کو نہ دنیا کی زندگی کا غم ہوگا اور نہ ہی آئیندہ ہی عذاب کا خوف وڈر ہوگا۔ مرنے کے بعد ہر انسان کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ہوگی۔ یا تو اُس کی قبر جنت کا باغ ہوگی یا دوزخ کا گڑھا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اعمال صالحہ جنّت کا مستحق بناتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی اور بغاوت دوزخ کا مستحق بناتی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اپنا حال دیکھنا چاہیئے۔ کہ میں کس راستے پر جا رہا ہوں۔ کہ جس طرح دنیا میں دولت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اسی طرح ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ بعض دفعہ گناہوں کی وجہ سے ایمان اور عمل صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ ولائیت بھی چھن جاتی ہے ایمان کی دیکھ بھال بہت ضروری ہے۔ کئی تہجد گزار نمازی نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کراچی میں حضرتؒ نے علمائے کرام سے فرمایا۔ کہ تم زبان سے اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور عمل سے اس ایمان کی تصدیق کرتے ہو کہ لیکن میرا ۷۰ سالہ تجربہ ہے۔ کہ ایمان اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملتا ہے اور اللہ کے فضل ہی سے باقی رہتا ہے۔ میں نے کئی بڑے بڑے علماء اور نیک آدمیوں کے ایمان سلب ہوتے دیکھے ہیں۔ کوئی گناہ کر بیٹھے جس کی وجہ سے ایمان نکل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کے وقت زانی کا ایمان نکل جاتا ہے۔ اسی طرح اور بڑے گناہوں کے متعلق فرمایا اس لئے ایمان کی حفاظت کی کوشش کرنی چاہیئے اس لئے اللہ کا ذکر کریں نیک بندوں کی مجلس میں بیٹھیں۔ خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ اکثر جگہوں پر مجلس ذکر شروع ہو چکی ہے۔ تقریباً روزانہ کہیں نہ کہیں مجلس ذکر ضرور ہوتی ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو دم غافل سو دم کافر۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر اللہ کی یاد میں لگے رہتے تھے صحابہ کرامؓ کا بھی یہی حال تھا۔ زراعت صنعت و حرفت اور اپنے کاروبار سے فراغت کے بعد یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ آج مسلمان کو اس بات کی فکر ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح دولت بڑھ جائے کہ اس کے لئے ہر جائز و ناجائز راہ اختیار کی جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ دنیا کی حرص کو قبر کی مٹی ہی ختم کر سکتی ہے۔ اگر ہم حضورؐ کے امتی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ تو نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے کہ قرآن مجید میں ہے سابقوا فی الخیرات۔ کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ یہ بھی نہ ہو کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ دے گا۔ توکل کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان اپنی محنت اور کوشش کو اللہ کے راستے میں لگا کر نتیجہ اللہ پر ڈال دے اور جو بھی نتیجہ نکلے اس پر راضی رہے۔ یہ ہے توکل۔

اسلام نے راہِ متوازن کی تعلیم دی ہے۔ اب دنیاوی زندگی کی بہتری کے لئے کوشش کریں کاروبار کریں۔ ملازمت کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کی عبادت بھی کریں۔ ذکر الٰہی کریں جو دنیا میں محنت کرتا ہے اس کا پھل کھا لیتا ہے۔ اور جو آخرت کے لئے محنت کرے گا نیک اعمال کرے گا وہ آخرت میں پھل کھائے گا۔ یہ خیال بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اعلیٰ سے اعلیٰ کھائیں۔ اچھے سے اچھا پہنیں۔ بلکہ سادہ زندگی بسر کریں۔ ذکر الٰہی کثرت سے کریں۔ اپنے فرائض کو خوب اچھی طرح ادا کریں۔

اسلام کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ نماز۔ روزہ حج زکوٰۃ۔ معاملات کی اصلاح یہ تو اسلام کا ظاہر ہیں۔ اور تزکیہ اسلام کا باطن ہے۔ اور یہی مغز ہے۔ اللہ والوں کی محبت میں تزکیہ ہوتا ہے۔ جب انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔ تو اُسے احسان کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ یعنی گناہ کرتے وقت لرزتا ہے۔ جب انسان ایک دوسرے کے سامنے گناہ کرتے ڈرتا ہے۔ اور چھپ کر گناہ کرتا ہے۔ تو جب انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خیال خوب جم گیا ہوگا۔ کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے ہر حال سے واقف ہے۔ مجھے فوراً سزا بھی دے سکتا ہے۔ تو وہ صغائر گناہ سے بھی بچے گا۔ یہ حالت اللہ والوں کی صحبت میں کثرتِ ذکر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ آمین۔

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بقیہ عقائد و اخلاق

ص۱۵ سے آگے

حضور علیہ السلام کے ارشادات گرامی

(۱) تم میں سے جس نے کوئی برائی دیکھی تو اسے چاہیئے کہ اسے ہاتھ سے روک دے اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے روک دے اور یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

(۲) اگر لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کو ظلم سے نہ روکیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (ظالم کے ساتھ) انکو بھی ایک عام عذاب میں مبتلا فرما دے (ترمذی شریف)

وما علینا الا البلاغ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلام پر صحیح چلنے کی توفیق عطا فرما دے اور آپس میں اتفاق ہمدردی، اتحاد پیدا فرما دے اور حضور علیہ السلام سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

خطبہ یوم الجمعہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۰ جولائی ۱۹۶۴ء

اسلامی معاشرہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

بزرگانِ محترم! آج جب کہ ہر شخص آزادی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے پر تلا بیٹھا ہے۔ نئی تہذیب، نیا تمدن اور نیا معاشرہ جنم لے رہا ہے۔ گفتار کردار اور اخلاق و اطوار یکسر تبدیل ہو چکے ہیں۔ طرح طرح کے فتنوں سے دوچار ہو کر لوگ گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسلامی اقدار اور شعائرِ اسلامی کا احترام دلوں سے اٹھ رہا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کسی کو خیال نہیں اسلامی تہذیب و معاشرت سسک سسک کر دم توڑتی نظر آتی ہے۔ اور بے حیائی ثقافت کے نام پر پرورش پا رہی ہے۔ ضروری ہے کہ علمائے کرام صوفیائے عظام اور عامۃ المسلمین اسلامی اقدار کی حفاظت اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر میدانِ عمل میں نکلیں۔ اور باطل کا منہ پھیر کر رکھ دیں۔

اس سلسلہ میں وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں۔ اخلاق اطوار میں سنت نبوی کا اتباع کریں۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو اپنائیں اور صحیح اسلامی معاشرے کی داغ بیل ڈالیں۔

یاد رکھیے اسلام نے مختصر سی مدت میں اگر عرب کے وحشیوں کو انسان بنایا ناچیز ذروں کو جواہر ریزوں میں تبدیل کیا۔ قطروں کو ملا کر دریا بنایا، بدوؤں اور جنگلوں کو مہذب و متمدن اقوام کا استاد بنا دیا۔ ان کی ذلیل معاشرت اور بغض و عناد کی بھٹی میں سلگتے اور آگ سے بھرے ہوئے گھروں کو رشک جنت بنا دیا۔ مردوں کو خدا پرست عورتوں کو اللہ والیاں اور اولاد کو اصلح بنا دیا یہ اس کی تعلیم کا وہ شاندار کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے

محترم حضرات!

چونکہ اس سچی مذہبیت اور پاکیزہ تمدن کا عمل سب سے پہلے گھر سے شروع ہوا تھا۔ اور اس نے اجتماع افراد کو مفاسد و خبائث سے پاک و صاف کر کے ایک ایسا معاشرہ ترتیب دیا تھا کہ جس کی نظیر روئے ہستی پر ناپید ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب اسی معاشرت کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ آج کی صحبت میں مجھے اسی موضوع پر اپنی معروضات پیش کرنا ہیں اور عرض کرنا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں میل جول رکھنے، رہنے سہنے، ماں باپ میاں بیوی، بال بچوں، ہمسایوں اور دوستوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے تاکہ صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔

اس سلسلے میں سب سے مقدم شے ماں باپ کی خدمت و عزت ہے۔ اور اگرچہ تمام بڑے بڑے مذاہب نے والدین کی خدمت و اطاعت پر زور دیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے اس کا جواب نہیں ملتا۔ عقیدۂ توحید کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر کے قرآن عزیز نے اسے حسن اخلاق سے بڑھا کر مذہبی احکام کا تقدس دے دیا ہے۔

والدین کا ادب و احترام

ارشاد ربانی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

اب اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق مقدم ہے جس نے ان کے حق کو ادا نہ کیا وہ خدا کے حق کو بھی ادا نہ کر سکے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط تا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو انہیں اُف بھی نہ کہو۔ اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی سے جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

غور کیجئے کہ خداوند قدوس فرزندانِ اسلام کو کیا تعلیم کر رہا ہے۔ اور کن دلنشین الفاظ میں کر رہا ہے کہ اپنے بعد ماں باپ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صاف ہدایت ہے کہ جھڑکنا تو ایک طرف ان کے سامنے اُف کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ ایک حدیث میں فرمایا۔ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے مرنے کے بعد اُن کا جنازہ پڑھے۔ اور اُن کے لئے دعاء استغفار اور ایصال ثواب کرے ان کے عہد طاقت کے مطابق پورے کرے۔ ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کے اقارب سے صلۂ رحمی کا حق ادا کرے۔

اب عیسائیوں کو دیکھئے کہ باپ غفلت کرے تو قانون اسے پکڑ سکتا ہے لیکن اولاد پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ اس کے ساتھ سلوک کرے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ بطور خیرات سلوک کرے تو کر دے پابندی اس پر کوئی نہیں ہے اسی طرح دیگر مذاہب کا حال ہے مگر اسلام نے والدین کی شفقت و خدمات کے پیش نظر انہیں بالکل مختار رکھا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر باپ کے دوستوں تک سے سلوک کو بھی بہت بڑی نیکی بتایا ہے۔ اور والدین کی خدمت و اطاعت میں کوتاہی اور ادنیٰ غفلت کو بھی اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ٹھہرا دیا ہے کس قدر شاندار تعلیم ہے۔ اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

زن و شو کے تعلقات

والدین کے تعلق کے بعد سب سے بڑا تعلق زن و شو کا تعلق ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے راحت و آرام کا باعث ہیں۔ اور دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے وقف ہیں اور اگرچہ روحانیت یعنی قرب حق یادِ خدا اور حسن عمل کے لحاظ سے مرد اور عورت کی حیثیت بالکل مساوی ہے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور ساری عبادتیں جس طرح اور جس پیمانے پر مرد کی قبول ہو سکتی ہیں وہی ساری راہیں عورت کے لئے بھی کھلی ہوئی ہیں لیکن مرد و زن کی یہ مساوات دنیوی معاملات اور

انتظامی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتی آپ دیکھئے ہیں باپ اور بیٹا انسان پائندہ ہونے کی حیثیت سے بالکل ایک ہیں اللہ کے ہاں اعمال کی مقبولیت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں لیکن دنیا میں شریعت ہی کا حکم ہے کہ باپ افسر ہو کر رہے اور بیٹا ماتحت ہو کر۔ باپ حکم دے اور بیٹا حکم مانے کیونکہ باپ کو فضیلت حاصل ہے اور وہ بیٹے کی ضروریات زندگی کا کفیل ہے۔ شوہر کی ذمہ داریاں چونکہ نسبتاً بہت زیادہ ہوتی ہیں معاش کے لئے اُسے محنتیں اور جانفشانیاں زیادہ کرنا پڑتی ہیں خوراک و پوشاک، ضروریات زندگی امور خانہ داری اور نان و نفقہ اس کی ذمہ داری ہے اور عقل و فہم بھی زیادہ رکھتا ہے اس لئے اُسے گھر کی صدارت چند اہم قیود و شرائط کے ساتھ سپرد کر دی گئی اور کچھ اختیارات بھی عطا کر دیئے گئے کہ اصلاح و انتظام ہوتا رہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

الرجال قوامون علی النساء۔

سورۂ نساء پ ۵ آیت ۳۴

ترجمہ:۔ مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور اس واسطے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں مردوں کی پیٹھ پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور سونے میں جدا کر دو اور مارو پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے لئے بہانے مت تلاش کرو بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔

گویا آیت باہمی سلوک و عمل کے لئے بالکل واضح ہے تاہم عورت کی خلقی کمزوری اور ایک گونہ بے اختیاری کی بنا پر ظالم مردوں کے قہر و ظلم کے روکنے کے لئے یہ احکام بھی صادر کر دیئے کہ عورتوں کو نقصان نہ پہنچاؤ تنگ نہ کرو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ وعاشروھن بالمعروف رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

خیرکم خیرکم لاھلہ۔

غور فرمائیے! مرد کو حسن سلوک کا حکم دیا کہ وہ قوی ہے اور عورتوں کو اطاعت و فرمانبرداری کی ہدایت کی کہ وہ اپنے عقلی و جسمانی نقص کی بنا پر گمراہ نہ ہو جائیں اور مرد انہیں جس نیک کام کی تاکید کریں اس پر کاربند ہوں جس برائی سے روکیں اسے ترک کر دیں اور دونوں پوری محبت اور بے تکلفی کے ساتھ شریک زندگی بن کر رہیں ظاہر ہے یہ زندگی بڑی خوشگوار ہوگی۔

اس صورت میں جب میاں بیوی ایک طرف والدین کی خدمت و اطاعت کے جذبے سے سرشار ہوں گے اور دوسری طرف اسلامی زندگی اور باہمی محبت و اطاعت ان کا شیوہ ہوگا تو گھر رشک جنت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا! پھر جب ان کے اولاد پیدا ہوگی تو ان کا نمونہ ان کے لئے بھی مشعل ہدایت بنے گا اسلامی خون اور عشق رسولؐ کا جذبہ ان کی رگوں میں دوڑے گا اور اس طرح نسل کی نسل نیک اور لائق ہوتی چلی جائے گی اور محمود غزنوی اور محمد بن قاسم جیسے جانباز پیدا ہوں گے۔

برادران عزیز!

آپ تاریخ عالم کا مطالعہ کیجئے اور رفتار زمانہ پر نظر دوڑائیے تو صاف دکھائی دے گا کہ جن قوموں میں زن و شوہر کے اندر یہ توازن قائم نہیں رکھا گیا وہاں عورت انتہائی نشیب میں نظر آئے گی اور مرد انتہائی بلندی پر۔ عیسائیوں میں عورت کا نام تک مرد کے نام میں جذب ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی جداگانہ حیثیت نہیں۔ بائبل میں لکھا ہے "خداوند خدا نے... عورت سے کہا اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔" (پیدائش ۳: ۱۶) ہندوؤں میں وہ نہ ترکہ کی مستحق ہے نہ وراثت کی اور عورت اور مرد میں حاکمانہ و محکومانہ تعلق ہے اسی طرح دیگر مذاہب کا بھی حال ہے۔ قرآن حکیم حق کا کلام ہے اور اس واسطے ہمیشہ حق ہی کہتا ہے اور کلیسائی کونسلوں اور منو سمرتی کی طرح عورت کی تحقیر کا ہرگز قائل نہیں لیکن ساتھ ہی اسے جاہلیت قدیم و جاہلیت جدید کی زن پرستی سے بھی ہمدردی نہیں وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ و مقام دیتا ہے جو نظام کائنات میں خالق کائنات نے اسے دے رکھا ہے لیکن بُرا ہو مغربی تہذیب و تمدن کا کہ جہاں اس نے ہزار ہا مفاسد و خبائث کو جنم دیا ہے اور جن کے باعث اسلامی تمدن و معاشرت کا جسم مسموم ہوتا اور آوارگی پیدا ہوتی ہے وہیں ایک یہ خیال بھی پیدا ہو گیا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو آزادی اور تمدنی حقوق نہیں دیئے۔ بے شک اسلام نے عورتوں کو ایسی آزادی نہیں دی کہ عورت مشترکہ لذت اندوزی کا سرمایہ بن جائے چراغ خانہ کی بجائے شمع انجمن بنے سبھا کی پری بن کر للچائی ہوئی آوارہ نگاہوں کا شکار ہو اور اس کا حسن وقف عام ہو جائے اس آوارگی کا اسلام ہرگز ہرگز متحمل نہیں اسلام نے اصول تمدن کی تعلیم میں ایسے قوانین دیئے ہیں جن سے عملی طور پر عورتوں کے ہر قسم کے حقوق کی کامل حفاظت ہو جاتی ہے جو حقوق اسلام نے عورتوں کو دیئے ہیں وہ ایسے اعلیٰ اور اتنے کثیر ہیں کہ دیگر مذاہب اس کی پاسنگ کے برابر نہیں۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو عورت کی حیثیت، اس کی عزت اور اس کے حقوق صرف مذہب اسلام ہی نے دنیا میں آ کر قائم کئے ہیں۔ ورنہ اسلام سے پہلے تو عورت پستی و ذلت اور نفرت و حقارت کے تاریک گڑھوں میں گری ہوئی تھی۔

خاندانی تعلقات

تیسرا اہم معاشرتی تعلق خاندانی ہے اس اعتبار سے بھی کوئی مذہب اسلام کا مثیل نہیں۔ ہندومت اور عیسائیت دونوں مذاہب نے کنبہ والوں کے کوئی حقوق متعین نہیں کئے۔ لیکن قرآن عزیز برملا کہتا ہے۔ وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ ماں باپ اور رشتہ داروں سے احسان کرتے رہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرے گا لازماً دوزخی ہوگا۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ حکم دیا کہ اگرچہ عزیز اور رشتہ دار کیسے ہی مخالف و معاند ہوں مگر ان کے ساتھ سلوک برابر کرتے رہو اور ان کے حقوق کا برابر خیال رکھو۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

ان تعلقات کے بعد پڑوسیوں کے حقوق ہیں جن میں قرابتدار بھی ہیں اور غیر قرابتدار بھی دوست ہیں ہم صحبت ہیں، غریب ہیں لونڈی غلام ہیں یا جو کوئی بھی ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور شریفانہ برتاؤ کا حکم دیا۔

واعبدوا اللہ ... تا مختالاً فخوراً۔

حضور نے یہ بھی فرمایا ہے مسلمانوں پر مسلمانوں کی جان و مال آبرو سب حرام ہے مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں نہ کوئی کسی پر ظلم کرے اور رسوا کرے اور نہ حقیر جانے اللہ تعالیٰ ہمیں سچا مسلمان بنائے اور ہمارے وجود سے صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئے تاکہ دنیا محمد مصطفےٰ کے غلاموں کو دیکھ کر سبق حاصل کرے۔

انسانی عروج کی آخری منزل

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۷۲)

ترجمہ:۔ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی تمام نعمائے دنیوی و اخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا مگر سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہو گی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا۔ جنتی "لبیک" کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ یعنی اب تم خوش ہو گئے جواب دیں گے خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جب کہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہو گا: هَلْ اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اس سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہو گی۔ اس وقت فرمائیں گے اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔ اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہو گی۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَسَائِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ الْعَظِيْمَةَ الْبَاهِرَةَ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی روح پھونکی اور اس کے سر پر اپنی خلافت کا تاج رکھا اس روحانیت اور خلافت کا پروان چڑھنا بھی اس پروردگار کی بتائی ہوئی راہ معیشت پر چلنے پر منحصر ہے۔ اگر حیوان کی طرح انسان کو بھی حیوانی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے کسی خاص جبلت کے سپرد کر دیا جاتا یا فرشتوں کی طرح سرے سے پیٹ کے دھندے سے ہی آزاد کر دیا جاتا تو انسان اپنی روحانی اور خلافتی فطرت کے کمالات کو تشریعی اور تکلیفی عبدیت کی راہوں سے حاصل نہ کر سکتا اور انسانیت کے عروج پر نہ پہنچ سکتا۔ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن انسان دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ اسی کے پیچھے جان دیتا رہے۔ انسان خدا اور آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی کی کامیابی کا راز حق تعالیٰ کے ارادے اور مقصد کے ساتھ توافق و اتحاد ہے۔

بندے میں بندگی کی شان اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کی موت و حیات خدا کے لئے ہو۔ جئے تو اسی کی رضا کے لئے۔ دنیا سے جائے تو اسی کا بندہ ہو کر۔ حقیقی زندگی یہی ہے۔ ورنہ صرف نفس کی آمد و شد کا نام تو زندگی نہیں ہے۔ ایسی زندگی تو حیوانات کو بھی حاصل ہے تخلیق انسانی کا مقصد تو اپنے مولیٰ کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا۔ اس کی ضروریات زندگی مہیا کیں۔ اس کے ہر شعبہ حیات کے لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہدایات نازل فرمائیں۔ یہ سب کچھ اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ انسان بھی دوسرے حیوانوں کی طرح کھاتے پیتے مکان بنائے بچے جنے اور ان کی پرورش کرے بلکہ اس لئے، کہ انسان کو جو ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کی گئی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع رہ کر استعمال کی جائیں۔ ہر قول و فعل میں انسان اپنے مولا کی رضا کو مدنظر رکھے۔ کھانے پینے بیٹھنے اٹھنے اور چلنے پھرنے میں اس کی اطاعت کا خیال رکھا جائے غرضیکہ کوئی حرکت بھی اس کی منشا کے خلاف نہ ہو۔ اگر انسان ہر شعبہ حیات میں خواہ اس کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے حق تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے اور دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہو کہ حق تعالیٰ اس سے راضی ہو تو اس نے اپنا مقصد حیات پورا کر دیا اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے اور انسانیت کے عروج کی تکمیل ہے۔ اگر حق تعالیٰ راضی ہو گیا تو جنت خود بخود مل جائے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کیا تو پھر انسان ارذل ترین مخلوق ہے۔ اشرفیت کے مقام پر فائز ہونا تو درکنار، درندوں اور چوپائیوں سے بھی گر جاتا ہے۔ درندے اور چوپائے کسی قانون ربانی کے پابند نہیں ہیں۔ یہ ساری پابندیاں اور قانون صرف انسان کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ انسان جس موقع پر اور جس حال اور جس شغل میں ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر کی نگہداشت رکھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے غیر مشروط اطاعت چاہتا ہے۔ اپنی پسند و ناپسند کو معیار بنا کر جو اطاعت کی جاتی ہے وہ خدا کی اطاعت نہیں ہوتی وہ اپنے نفس کی اطاعت ہے۔ اطاعت وہی مقبول اور پسندیدہ ہوتی ہے جس میں بندہ خدا کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھے۔ اگر اپنی پسند اور رضا کو مقدم رکھے تو پھر مردود بارگاہِ الٰہی ہو جاتا ہے انسان تو وہ ہے کہ جب اس کی خواہشات کے برخلاف بھی کچھ ظہور میں آنے لگے تو کہدے ؎

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے

انسانی عظمت کا معیار

انسانی عظمت کا معیار جو دنیا والوں نے قائم کر رکھا ہے، خدا کا مقرر کردہ معیار اس سے بالکل مختلف ہے۔ اہل دنیا کی نظر میں ہر وہ انسان معزز و محترم ہوتا ہے جس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو۔ خواہ وہ دولت حرام کے ذریعہ سے کمائی ہو یا حلال کے ذریعہ سے۔ بڑی بڑی عمارتیں اس کے قبضے میں ہوں۔ درجنوں نوکر اس کی خدمت کے لئے دست بستہ کھڑے ہوں لیکن ایسا انسان خدا کی درگاہ میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مال و دولت کی فراوانی عزت کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول وہی ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور اس کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ راہ پر گامزن ہو۔ خواہ لذات دنیا کے سامان سے اس کا دامن بالکل خالی ہو۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہوں چہرے پر گرد و غبار جمی ہوئی ہو اور کوئی اس کے پاس کھڑا ہونا بھی پسند نہ کرے۔ حقیقی مسرت حاصل کرنے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کے لئے دنیا کے ساز و سامان کی فراوانی حسب و نسب اور خاندان کی ضرورت نہیں اگر یہ جنس بازار میں ہوتی تو سرمایہ دار خرید کر اپنے دامن بھر لیتے اور غریب دست حسرت مل کر رہ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اطمینان و تسکین کو جنس بازار بننے ہی نہیں دیا۔ یہ تعلق باللہ کا نتیجہ ہے جتنا تعلق مضبوط ہو اتنا ہی راحت و سکون قلب زیادہ۔ تعلق ٹھیک ہو تو راحت میں کیا مصیبت میں بھی لطف آتا ہے جہاں تعلق ٹھیک نہ ہو راحت بھی بے مزہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھوڑا سا تعلق

بھی بہت ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

خدا کی بارگاہ میں مقرب و مکرم بننے کے لئے مال و دولت کی بجائے باطن کی طہارت کی ضرورت ہے۔ ذہن و ضمیر کی پاکیزگی کے بغیر نہ انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے اور نہ وہ مقصد پورا ہو سکتا ہے جس کے لئے خلافت کا تاج انسان کے سر پر رکھا گیا تھا۔

رضائے الٰہی کا حصول

جس ذات کے ساتھ تعلق کی استواری مطلوب ہو اس کی خواہشات کا احترام کرنا ہی پڑتا ہے۔ اپنی خواہشات کی قربانی دیئے بغیر کسی ذات سے تعلق قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پسندیدہ بننے کے لئے اس کے احکام و اوامر کی پابندی ضروری ہے۔ انسان کو اپنے ہر فعل و عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھنا پڑتا ہے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے حالات کا مطالعہ کر کے دیکھئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے کس طرح سر تسلیم خم کر دیئے اس اطاعت کا جو کچھ نتیجہ ہوا، دنیا کی تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے جو بھی کام کیا جائے وہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا خواہ وہ کتنا ہی حقیر اور چھوٹا کیوں نہ ہو۔

بارگاہِ صمدیت میں مقبولیت خدا کے ان مخلص بندوں کو نصیب ہوتی ہے جو رضائے الٰہی کو مقصودِ حیات بنا لیتے ہیں حالات کے بدلنے سے تعلق باللہ میں فرق نہیں آتا۔ اغراض کا بندہ انعامات کی بارش ہوتی رہے تو اللہ کی رحمت کا قصیدہ پڑھتا رہتا ہے جہاں حالات بدلے اور رحمت کا سلسلہ بند ہوگیا تو وہ باغی اور سرکش ہو جاتا ہے اگر تعلق باللہ درست ہو اور خدا کی ذات پر پورا بھروسہ ہو تو کوئی مایوسی انسان کو خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ خدا پر ایمان اتنا بڑا اور مضبوط سہارا ہے جو کبھی ٹوٹ ہی نہیں سکتا اور اتنے بڑے سہارے کی موجودگی میں کسی دوسرے سہارے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

کیا آپ نے کسی چھوٹے بچے کو دیکھا ہے، جس کو ماں نے ڈانٹ ڈپٹ کی ہو وہ زجر و توبیخ کے بعد ہمیشہ ماں کی گود کی طرف لپکتا ہے کیونکہ اس کو ماں کی محبت پر کامل یقین ہوتا ہے وہ روتا ہے لیکن ماں کو چمٹ جاتا ہے۔ پھر ماں کی محبت جوش میں آجاتی ہے اور اس کا غصہ پیار و محبت میں بدل جاتا ہے۔ یقین و اعتماد نہ ہو تو تعلق کیسا؟ جو غم اور مصیبت انسان کو اپنے مولا سے قریب کر دے وہ اس خوشی سے بدرجہا بہتر ہے جس کا نشہ تعلق باللہ میں خلل انداز ہو۔ مصیبت میں پکارا اسی کو جاتا ہے جس پر اعتماد ہو، جس کے ساتھ تعلق ہی نہ ہو تو پکار بن کر اس کا نام زبان پر کبھی آ ہی نہیں سکتا۔

دنیا کے اس چند روزہ قیام میں ہم ہر ہر قدم پر اور اپنے ہر ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے چلے جاتے ہیں اپنے بنائے قوانین اور فیصلوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر مقدم رکھتے ہیں اور پھر امید یہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اپنی نعمتیں ہم پر نازل کرتا رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

وقت ایک چلتی ہوئی ریل ہے۔ گھنٹے، منٹ اور سکنڈ اس کے ڈبے ہیں۔ ہمارے مشاغل اس میں بیٹھنے والی سواریاں ہیں۔ اب ہمارے دنیوی اور مادی ذلیل مشاغل نے ہماری زندگی کی ریل کے ان ڈبوں پر ایسا قبضہ کر لیا ہے کہ وہ نیک اور شریف اخروی مشاغل کو ان میں سوار ہی نہیں ہونے دیتے۔ ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ عزیمت سے کام لے کر ان ذلیل دنیوی مشاغل کی جگہ ان شریف اور اعلیٰ مشاغل کو قابض کر دیں جو خدا کو راضی کرنے والے اور ہماری آخرت کے بنانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی لازمی ہے۔

خدا کا خود غرض اور مطلب پرست پجاری

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ (پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۱۱)

ترجمہ: اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ کی بندگی کنارے پر ہو کر کرتے ہیں۔ پھر اگر اسے کچھ فائدہ پہنچ گیا تو اس عبادت پر قائم ہو گیا اور اگر تکلیف پہنچ گئی تو منہ کے بل پھر گیا۔ دنیا اور آخرت گنوائی یہی وہ صریح خسارہ ہے۔

بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتے ہیں۔ ان کا دل ہر وقت تذبذب رہتا ہے اور استقامت نصیب نہیں ہوتی۔ اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھتے ہیں تو بظاہر بندگی پر قائم رہتے ہیں اور تکلیف پہنچے تو چھوڑ دیتے ہیں۔ ادھر دنیا گئی ادھر دین گیا۔ کنارے پر کھڑے ہیں۔ دل نہ اس طرف ہے نہ اس طرف۔ جیسے کوئی مکان کے دروازے پر کھڑا ہے جب چاہے نکل جائے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی الٰہ المعادی شان سے بے پروا ہو کر الٰہ المعاشی رشتہ اس کے ساتھ قائم کرتے ہیں یعنی معاشی تعلق کو تھام کر دوسرے سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور یوں ایک ہی کنارہ پر بیٹھ کر صرف اس حیات دنیا کی کامیابیوں کے لئے اس کو پوجتے ہیں۔ نمازیں بھی اسی لئے پڑھتے ہیں تلاوت بھی اسی لئے کرتے ہیں خیر و خیرات کی مدوں میں بھی اسی لئے دیتے ہیں کہ ان کی نوکری برقرار رہے۔ مال و دولت کی فراوانی ہو۔ ترقی کی راہیں ان پر کھلی رہیں۔ تجارت میں نفع ہو۔ بال بچوں سے گود بھری رہے۔ لوگوں میں عزت بنی رہے۔ خدا کا یہ ایک رخا پجاری جو معاشی فلاح و بہبود کے لئے خدا کو پوج رہا تھا اگر اتفاقاً اس راہ کی کامیابیوں کے دروازے اس پر بند ہو جائیں تو وہ کب تک اس حرفی عبادت و دعا پر صبر کئے بیٹھا رہے گا۔ معادی منافع تو اس کے پیش نظر ہے ہی نہیں۔ رہ گئے معاشی فوائد جب ان میں بھی ناکامیوں کے سوا کچھ نہیں دیکھتا تو خطرہ اور زیادہ ہو جاتا ہے کہ کہیں اکتا کر خدا کے سامنے سے ہٹ جائے۔ دونوں رشتے ٹوٹ گئے۔ اب بارگاہِ الٰہی میں حضوری کی کیا صورت باقی رہ گئی۔ جو لوگ حق تعالیٰ کو معاشی اور معادی دونوں کناروں سے پکڑتے ہیں ان کی ٹکٹکی فضل حق کے ساتھ بندھی رہتی ہے۔ بڑی سے بڑی معاشی محرومی بھی ان کو خدا کے قدموں سے دور نہیں کر سکتی۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۲۰۰-۲۰۱)

ترجمہ: پھر بعض تو یہ کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بعض یہ کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اللہ کا ذکر کرنے والے اور اس سے دعا مانگنے والے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے۔ ان کی دعا صرف یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ دولت و عزت وغیرہ دینی ہے دنیا میں ہی دے دی جائے۔ یہ لوگ آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں۔ دوسرے وہ جو طالب آخرت ہیں۔ جو دنیا و آخرت دونوں کی خوبی طلب کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں ان کے جملہ حسنات کا پورا پورا اجر ملے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس معاشی دنیا میں بھیجا ہے تو یقیناً اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ المعاشی بھی بنائیں لیکن اس کے یہ معنی کب ہیں کہ معاد (آئندہ زندگی کی مشکلات) کے لئے اللہ تعالیٰ کو الٰہ بنانے کی

باقی بر صفحہ ۱۴

(قسط اول)

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے ساتھ پندرہ ۱۵ دن

از قلم محمد عثمان غنی بی اے، واہ کینٹ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے ۱۲ جون ۱۹۶۴ء سے ۲۶ جون ۱۹۶۴ء تک سابق سندھ کے مختلف مقامات کا دورہ فرمایا۔ ناچیز بھی آپکے ہمراہ سفر میں شریک تھا۔ آپ مختلف تقاریر اور مجالس میں اکثر نصیحت آموز واقعات سناتے رہے جو ناچیز قلمبند کرتا رہا اور اب قسط وار ان کالموں کی وساطت سے قارئین خدام الدین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ .... محمد عثمان غنی

حضرت امروٹیؒ کی پیش گوئی

حضرت والا بزرگوار مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کا ایک مرتبہ دہلی سے تار ملا کہ فلاں گاڑی پر مجھے ملو۔ جب میں حکیم صاحب سے ملنے کے لئے اسٹیشن پر گیا تو حکیم صاحب بڑے مغموم اور پریشان تھے۔ میں نے خیریت پوچھی تو حکیم صاحب مرحوم و مغفور نے فرمایا۔ کہ ترکی میں اتحادیوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کی انتہا کر دی ہے شیخ الاسلام اسیر ہو گئے۔ خلافت منسوخ کر دی گئی اور ترکی غلام ہو گیا اور اتحادیوں نے اپنے طور پر اس کے حصے بخرے بھی کر لئے اور اس طرح دولت عثمانیہ کی عظیم الشان سلطنت کا گویا خاتمہ ہو گیا۔ اس واقعہ نے حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری اور دوسری ساری جماعت پر گہرا اثر ڈالا جو خلافت کے نام پر جیتے اور خلافت ہی کے نام پر مٹنے کے لئے تیار تھے حکیم صاحب مرحوم نے حضرتؒ سے فرمایا آیا کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے بتا سکے کہ ترکی سلطنت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی یا کبھی وہ آزاد و خود مختار ہو سکے گی؟ حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس عقدے کا حل میرے شیخ اور مرشد حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ کر سکتے ہیں سو حکیم صاحب مرحوم نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ مہربانی فرما کر جناب حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں سندھ تشریف لے جائیں اور اس سیہ کار کی طرف سے اس معاملے میں ان سے استفسار فرمائیں اور فرمایا کہ میں فلاں دن فلاں گاڑی سے دہلی جاتے ہوئے۔ آپ سے لاہور سٹیشن پر پھر ملوں گا۔ چنانچہ حضرتؒ اس مقصد کے لئے سندھ تشریف لے گئے اور حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت امروٹیؒ اس وقت مصلے پر تشریف فرما تھے۔ دو منٹ کے لئے آپ نے توقف فرمایا اور مراقبے سے سر اٹھا کر فرمانے لگے "بیٹا ان سے کہو تین چار مہینے کے اندر اندر ترک غالب آ جائیں گے اور اتحادی ذلیل ہوں گے"۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت امروٹیؒ کے اس فرمان پر مجھے حسب عادت کامل یقین آ گیا اور حضرتؒ خوشی خوشی لاہور واپس لوٹ آئے۔ چنانچہ حسب وعدہ حکیم اجمل خاں صاحب سے لاہور سٹیشن پر ملاقات ہوئی اور حضرت نے یہ جواب سنایا۔ سنتے ہی حکیم صاحب کا چہرہ فرط مسرت سے کھل گیا۔ سو خدا کا کرنا کہ تین مہینے اور غالباً نو دس دن گزرے تھے کہ رائٹر کے حوالے سے دنیا بھر کے اخباروں میں خبر چھپی کہ ترکی میں مصطفےٰ کمال نے جوابی انقلاب برپا کر دیا۔ یونانی اور اتحادی ذلت کے ساتھ ترکی سے دست بردار ہونے اور درہ دانیال سے نکلنے پر مجبور ہو گئے اور ترکی میں جمہوری اصولوں پر ایک مضبوط حکومت معرض وجود میں آ گئی چنانچہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو خلافت کے منسوخ ہونے اور ترکی کے شکست کھا جانے اور اتحادیوں کی ناپاک نیتوں اور ترکی کے حصے بخرے کرنے کی پالیسیوں سے جو پریشانی لاحق تھی وہ یکبارگی فرحت و انبساط سے بدل گئی۔ اس سلسلے میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں مغفور نے حضرتؒ کو خط لکھا اور اس واقعہ پر اپنی خوشی اور مسرت کا بے پایاں اظہار فرمایا اور لکھا کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی اس درجے کے اولیائے کاملین موجود ہیں؟ اور خدا کی قدرت کے اِس نادر عجوبے پر حکیم صاحب نے حضرتؒ اور حضرت امروٹیؒ کا نہایت اچھے الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

۲۔ حکیم اجمل خاں مرحوم کی خدمات

اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انگریز کو اس ملک سے نکال کر دوبارہ اسلامی سلطنت قائم کرنے کے سلسلے میں جو ہمارے بزرگ مسلسل جدوجہد کرتے رہے ہیں حضرت شیخ الہندؒ نے اس سلسلے میں یہ اسکیم سوچی کہ مسلمانوں کے دیندار طبقہ اور علماء اور اُدھر انگریزی خواندہ اور جدید تمدن کے دلدادہ طبقہ ان دونوں کو کسی طرح متحد کر کے انگریز کے خلاف محاذ قائم کیا جائے چنانچہ اس غرض کے لئے انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں ایک جماعت کی درجہ تکمیل کے نام سے بنیاد رکھی جس کے لئے تجویز یہ ہوا کہ پانچ علیگڑھ یونیورسٹی کے گریجوایٹس اور پانچ فضلاء دارالعلوم دیوبند لے کے انہیں قرآن کی انقلابی تفسیر پڑھائی جائے۔ اس کام کے لئے حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو تجویز فرمایا چنانچہ پانچ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور پانچ علیگڑھ یونیورسٹی کے گریجوایٹوں کی ایک جماعت دیوبند میں جمع ہو گئی ان میں ایک حضرت والا بزرگوار مولانا احمد علیؒ بھی تھے۔ بدقسمتی سے اس جماعت میں ایک صاحب جو انیس بی اے کے نام سے علی گڑھ کے گریجوایٹ تھے۔ انگریزوں کے آلۂ کار بن گئے اور یہ کلاس جو خفیہ تعلیم و تربیت حاصل کر رہی تھی ان کے واسطے سے اس کی ایک ایک منٹ کی خبر وائسرائے ہند تک پہنچنے لگی چنانچہ حکومت برطانیہ کب برداشت کر سکتی تھی اس قصے کو کہ انگریز کو اس ملک سے نکال باہر کرنے کے لئے کوئی انقلابی جماعت تیار کی جائے اور ان کے دل و دماغ کو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے قرآن سے منور کیا جائے۔ سو وائسرائے ہند نے کسی ذریعہ سے اُس وقت کے صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ جیسے زیرک اور علامہ کو یہ کہلوایا کہ اگر اس کو ختم نہ کیا اور عبید اللہ سندھیؒ کو دیوبند سے نہ نکالا گیا تو دارالعلوم دیوبند پر بمبارڈمنٹ کر کے اُسے تباہ کر دیا جائے گا۔ مولانا حبیب الرحمان بڑے ذہین اور متشدد و منتظم تھے انہوں نے حکمت عملی سے کچھ ایسے مسائل پیدا کرائے کہ مولانا سندھیؒ سے دیوبند کو کسی طرح چھٹکارا حاصل ہو جائے چنانچہ کسی نہ کسی طریقے سے حضرت شیخ الہندؒ سے

(باقی بر صفحہ ۱۶)

زوال نعمت

غفلت اور ناشکری نعمتوں کے زوال کا باعث ہے

محمد شفیع عمر دین (ٹھٹہ)

قال اللہ تعالیٰ :-

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ
اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا
رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ
فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ
بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

(النحل آیت ۱۱۲)

ترجمہ :- اور اللہ ایک ایسی کی مثال بیان فرماتا ہے جہاں ہر طرح کا امن چین تھا اس کی روزی با فراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی ۔ پھر اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی ۔ پھر اللہ نے ان کے ان برے کاموں کے سبب سے جو وہ کیا کرتے تھے یہ مزہ چکھایا کہ ان پر فاقہ اور خوف چھا گیا ۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

" یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش ۔ خوب امن وچین سے زندگی گزرتی تھی ۔

یعنی کھانے کے لئے پھل اور غلے وغیرہ کھنچے آتے تھے ۔ ہر چیز کی افراط تھی ۔ گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں ۔

اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی ۔ دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا ۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی آخر خدا تعالےٰ نے ان کی ناشکری اور کفران نعمت کا مزہ چکھایا ۔ یعنی امن وچین کی جگہ خوف وہراس اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط نے ان کو گھیر لیا ، جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے ۔ ایک دم کو بھوک اور ڈر ان سے جدا نہ ہوتا تھا ؟

موضح القرآن میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ " ایسے بہت شہر ہوتے ہیں ۔ پر یہ احوال فرمایا مکے کا تن کے کپڑے بھوک اور ڈر یعنی ایک دم بھوک اور ڈر سے خالی نہ رہنے لگے " ۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے سے نعمتوں کا زوال

اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا
تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ
اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ
مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الانعام ۔ آیت ۴۲ ۔ ۴۵)

ترجمہ :- اور ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کے ہاں رسول بھیجے تھے ۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں ۔ پھر کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو عاجزی کرتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے ۔ اور شیطان نے انہیں وہ کام آراستہ کر دکھائے جو وہ کرتے تھے ۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئیں تھیں ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا پس وہ اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے ۔ پھر ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی ۔ اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ۔

حاصل

یہ نکلا کہ جن سابقہ امتوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے ، تو اللہ تعالےٰ نے ان کی کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی کے بجائے انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ۔ جسمانی صحت چھین لی اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا کر دیا ۔

مقصد

ان مصائب میں مبتلا کرنے کا یہ تھا کہ وہ عاجز ہو کر ایمان لے آئیں ۔

مگر

وہ تکالیف میں پھنس کر بھی راہ راست پر نہ آئے ان کے دل سخت ہو گئے اور ایمان نہ لائے ۔ اور شیطان نے جو گناہ وہ کرتے تھے ان کی نظروں میں آراستہ کر کے دکھائے ۔ اور نصیحت سے انہوں نے منہ موڑ لیا ۔ نڈر ہو گئے ۔ جب فقر و فاقہ اور امراض میں مبتلا ہو کر راہ راست پر نہ آئے تو

استدراجاً

ان پر ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے گئے ۔ وہ ان نعمتوں میں بدمست تھے کہ ۔

اچانک

عذاب الٰہی آیا اس وقت وہ ہر طرح کی بھلائیوں سے مایوس ہو کر رہ گئے ۔ پھر ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی ۔

نعمتوں کا غرور

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں جو امت اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتی ہے اس کی گرفت تب تک نہیں ہوتی جب تک وہ نعمتوں میں بدمست اور مغرور نہ ہو جائے ۔ دنیا کے نشے میں اللہ تعالےٰ کو بھول جانا فاسقوں کا کام ہے ۔ (ابن کثیرؒ)

حدیث :- اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا مَا يُحِبُّ وَهُوَ مُقِيْمٌ عَلٰى مَعَاصِيْهِ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْهُ اسْتِدْرَاجٌ ۔ (الجامع الصغیر)

ترجمہ :- جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا میں جو نعمتیں وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔ اور بندہ گناہوں پر قائم رہتا ہے تو وہ اس کی طرف سے استدراج ہے

حاصل کلام مال و دولت کے نشے میں بندہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتا اور آخرت خراب کر لیتا ہے ۔

نعمتوں کے بدلے شکر کا مطالبہ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ

جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۵ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۵ (السبا آیت ۱۵)

ترجمہ:- بے شک قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں ایک نشان تھا، دائیں اور بائیں دو باغ - اپنے رب کی روزی کھاؤ - اور اس کا شکر کرو - عمدہ شہر رہنے کو اور بخشنے والا رب

حاشیہ حضرت مولینا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے داہنے اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے - اگر سمجھتے تو خدا کی رحمت و قدرت کی یہ نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لئے کافی تھی -

گویا وہ نشانی زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو - کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکر مت بنو - جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے انبیاء کی زبانی اللہ تعالےٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی - کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے - اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح سے پہلے آئے ہوں گے - اور ان کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہوں گے - واللہ اعلم

مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلہ عمارت میں ایک بندِ آب ہے جس کو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں - عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے زراعت کے مصرف میں نہیں آتا - "سبا" مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیتے تھے کہ پانی رک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے کام میں آئے - مملکتِ "سبا" میں اس طرح سینکڑوں بند تھے - ان سب سے زیادہ مشہور "سد مارب" ہے جو ان کے دار الحکومت "مارب" میں واقع تھا - شہر مارب کے جنوب میں داہنے بائیں دو پہاڑ ہیں جن کا نام کوہ ابلق ہے - سبا نے ان دو پہاڑوں کے بیچ میں تقریباً ۸۰۰ ق م میں "سد مارب" کی تعمیر کی تھی - یہ بند قریباً ایک سو پچاس ۱۵۰ فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار ہے - اس کا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے تاہم ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے - "ارناڈ" ایک یورپین سیاح نے اس کے موجودہ حالات پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جنرل میں لکھا ہے اور اس کا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے - اس دیوار پر جا بجا کتبات ہیں وہ بھی پڑھے گئے - اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھیں - "سد" کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا - اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی اور شور ملک کے اندر تین سو مربع میل میں سیکڑوں کوس تک بہشت زار طیار ہو گئی تھی، جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے -

قرآن کریم "جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ" کہہ کر ان ہی باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے - یونانی مورخ "اگاتھر شیڈس" جو ۱۴۵ ق م میں "سبا" کا معاصر تھا بیان کرتا ہے - "سبا" عرب کے سرسبز و آباد حصہ میں رہتے ہیں جہاں بہت اچھے بیشمار میوے ہوتے ہیں - دریا کے کنارے جو زمین ہے اس میں نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں - اندرون ملک میں بخورات، دار چینی، اور چھوارے کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں - اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی ہے - درختوں کی اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے جو خوشبو اس میں سے اڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں اور جس کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی - جو اشخاص زمین سے دور ساحل سے گزر گئے ہیں وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں - وہ گویا آبحیات کا لطف اٹھاتے ہیں - اور یہ تشبیہ بھی اس کی قوت و لطافت کے مقابل میں ناقص ہے " آرٹی میڈروس جو "سبا" کے عہد آخر میں تھا لکھتا ہے - "سبا" کا بادشاہ اور اس کا ایوان "مارب" میں ہے - جو ایک پُر اثمار پہاڑ پر عیش و مسرت (زمانہ خوشحالی) میں واقع ہے غرض باعتبار سرسبزی، خوشحالی، سامان عیش اور اعتدال آب و ہوا کے "مارب" اسی کا مصداق تھا - بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ - رب غفور سے ادھر اشارہ کر دیا کہ اپنی طرف سے شکر گذار بنو - اگر بمقتضائے بشریت کچھ تقصیر رہ جائے گی تو اللہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا سخت نہیں پکڑتا - اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا - اس کی نعمتوں کا شکر کما حقہ کس سے ادا ہو سکتا ہے -

(۲) تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے سر پر ٹوکری لے کر ان باغات کے نیچے سے گزرتی تو وہ زیادہ دور جانے نہ پاتی تھی کہ ٹوکری خود بخود گرنے والے پھلوں اور پھولوں سے بھر جاتی تھی -

مگر افسوس انہوں نے نعمتوں کا شکر یہ ادا نہ کیا - توحید سے روگردانی کی - اللہ تعالےٰ نے پانی کا عذاب بھیجا - محلات، باغات کھیتیاں سب تباہ ہو گئیں -

(قال اللہ تعالےٰ) فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۵ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۵

(السبا آیت ۱۶-۱۷)

ترجمہ:- پھر انہوں نے نافرمانی کی - پھر ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیج دیا - اور ہم نے ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں دو باغ بدمزہ پھل کے اور جھاؤ کے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں کے بدل دیئے - یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکروں ہی کو برا بدلہ دیا کرتے ہیں -

شکر گزاری کا صلہ اور ناشکری کا وبال

(۱) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۵

(ابراھیم آیت ۷)

ترجمہ:- اور جب تمہارے رب نے یہ سنا دیا تھا کہ البتہ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے -

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تھا

(۲) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۵ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۵ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۵ (نوح آیت ۱۰-۱۲)

ترجمہ:- پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے - وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار مینہ برسائے گا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کرے گا - اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا - اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا -

باقی بر صـ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ثریا بتول طالبہ لاہور کالج

وہ کونسا مسلمان ہوگا۔ جو سورہ فاتحہ سے آگاہ نہ ہو۔ بلکہ اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت نہ کرتا ہو۔ یہ سورۃ ایک جامع ومانع سورت ہے۔ اسی مبارک سورت سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سورت کی فضیلت خود کلام ربانی میں سَبْعٌ مَّثَانِیْ کے نام سے آتی ہے۔ یعنی وہ سات آیتیں جو کہ بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ صلوٰۃ خمسہ کی ہر رکعت میں اس مبارک سورت کا اعادہ کرنا نہایت لازمی امر ہے۔ باایں ہمہ اس مبارک سورت میں ایک آیت ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ یہ آیت بھی ایک جامع ومانع آیت ہے۔ جب بندۂ مومن اپنی نماز پنجگانہ میں قلب ودماغ کی حضوری سے حاکم اعلیٰ کے دربار میں پہنچ کر بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ تو اپنی زبان سے اس امر کا پختہ اظہار کرتا ہے۔ کہ اے خداتعالیٰ میں تجھے اپنا حاکم اعلیٰ اور مقتدائے اعظم سمجھتا ہوں تجھ جیسے وحدہٗ لاشریک کو ہی اپنا معبود حقیقی جانتا ہوں۔ تیرے سامنے ہی اپنی جبین پر معاصی خم کرتا ہوں۔ تیرے علاوہ کسی اور آستان میں میرا سجدہ پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ تیری ذات بابرکات ہی اس قابل ہے۔ کہ اس کے سامنے جبین نیاز اور سر عجز ونیاز جھکا دیا جائے۔ دل ودماغ اس کا تابع ہو۔ اے خداتعالیٰ میں اپنی ہر قسم کی امیدیں تجھ سے ہی وابستہ کرتا ہوں۔ تجھے ہی مشکل کشا اور قاضی الحاجات سمجھتا ہوں۔ ہر قسم کی دنیاوی، مذہبی اور روحانی غرضیکہ ہر قسم کی مدد کا تجھی سے طالب ہوں۔ کیوں کہ مجھے یقین ہے۔ کہ تیرے علاوہ کسی اور کو ہماری کوئی مشکل حل کرنے یا ہماری مدد کرنے کا یارا نہیں۔ اگر میں کسی انسان سے وقتی طور پر مدد طلب کر بھی لیتا ہوں۔ تو وہ بھی اس احساس کے ساتھ، اور اسی خیال کے پیش نظر کہ یہ مدد بھی آسمانی مدد ہے۔ اے خدا اگر تو میرے بھائی بندوں کے دلوں میں محبت، ہمدردی، نرمی اور خیرخواہی کے جذبات موجزن نہ کرتا۔ تو کبھی بھی کوئی انسان میری مدد نہ کر سکتا۔ لہٰذا مدد ہر قسم کی خواہ وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ دراصل تیری ہی مدد خاص ہے اور تیری ہی عنایت ہے۔ تیرے سوا میرا کوئی ملجا وماویٰ نہیں۔ کوئی حامی وناصر نہیں۔ اگر تو نفع دینا چاہے۔ تو کوئی نقصان دینے والا نہیں۔ اگر تو مضرت دینا چاہے۔ تو کوئی نفع پہنچانے والا نہیں اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ۔ گویا بندۂ مومن اس امر کا اظہار کرتا ہے ؎

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا ھو

یہ ہے وہ مقدس اقرار، جس کا ہر بندۂ مومن اپنی نماز پنجگانہ کی ہر ایک رکعت میں اعادہ کرتا ہے۔ لیکن ہم جیسے مسلمان جو مدعیان اسلام تو ہیں۔ لیکن حقیقت میں اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ وہ اگر اپنی زبان سے ان کلمات کا دن میں پچاس بلکہ سو بار بھی اعادہ کرتے رہیں تو وہ بالکل بے معنی اور بے مقصد ہے۔ ہم اس آیت کو تو اپنی زبان سے ادا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارا اسلام وہ اسلام نہیں جو آج سے چودہ صدیاں پہلے رسول عربی مکی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ بلکہ یہ تو ہمارا خود ساختہ اسلام ہے جس میں اول تو مسلمان حالت نماز میں اس کا اظہار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا کیونکہ۔ اس کے نزدیک نماز پڑھنا گویا تضیع اوقات ہے۔ اور اگر موجودہ مسلمان نماز پڑھتا بھی ہے۔ تو وہ خالصاً اللہ کے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس نماز کی حالت میں بھی خدا کے علاوہ کئی اور معبود کئی دیگر بت اور حاکم و رئیس اس کے دل ودماغ پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہیں تو اہل وعیال کے بت ہوتے ہیں۔ کہیں کوٹھیوں اور کاروں کے، کہیں سیم وزر کے بت ہیں تو کہیں مال ومنال کے۔ کہیں جاہ طلبی کے بت ہیں۔ تو کہیں ہوس خواجگی وسرداری کے۔ کہیں اعلیٰ عہدوں کے بت ہیں تو کہیں خواہشات نفسانی کے۔

رسول عربی تاجدار مکی ومدنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو کفار نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو تین سو ساٹھ مٹی اور پتھر کے بتوں سے چھپا رکھا تھا۔ لیکن آج خود امت مسلمہ میں کئی بت ہیں۔ آج امت مسلمہ میں ہر چھکیلی ہستی لات ومنات کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر حاکم، ہر رئیس اور ہر لیڈر اور ہر خوش پوش ذی جاہ ومرتبہ شخص لات ومنات کا قائم مقام ہے۔ اور پوری ملت ان کی پرستش اور ان کی پوجا میں مشغول ہے۔ انہی سے امداد طلب کرتی ہے۔ انہی سے اپنی مشکلات حل کرواتی ہے۔ انہی کے سامنے جبین مقدس جھکاتی ہے۔

اس طرح موجودہ دور میں امت مسلمہ اپنے جیسے گوشت پوست کے انسانوں کی عبادت کرتی ہے چاہے تو وہ لیڈر اور سرداران قوم ہوں۔ چاہے خود ساختہ مذہب کے اجارہ دار جو مذہبی لبادہ کے بھیس میں جاہل عوام کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔ سچ کہا ہے حکیم مشرق نے ؎

کبھی قبلہ رو جو کھڑا تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

بقیہ: زوال نعمت

(۳) جو قرآن کریم اور اس کی عملی شرح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑے گا اسے معیشت ورزق کی تنگی ہوگی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۝

(طٰہٰ آیت ۱۲۴)

ترجمہ:- اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے

حاصل کلام

ہمارے گناہوں کے باعث مصائب کا نزول ہوتا ہے۔ اور نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ توبہ واستغفار سے نعمتیں بکثرت ملتی ہیں۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۝ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

(الطلاق آیت ۳)

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فہم سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد فضل قدیر صاحب ظفر ندوی

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کسب معاش میں اسلامی قدریں

الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرہ۔ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی آخرت کے لئے پیدا کئے گئے۔

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ دنیا ہمارے لئے بنائی گئی لیکن ہم الٹ کر اس دنیا کے پیچھے سر کھپانے کو پیدا نہیں کئے گئے۔ ہماری منزل مقصود آخرت ہے جو لازوال ہے اور دنیا کی طرح فانی نہیں ہے۔

یہاں دنیا سے مراد ربع مسکون نہیں ہے جیسے نقشہ میں سمندروں سے گھرا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہاں دنیا سے مراد معاش ہے اور دنیا کا یہ مفہوم مسلم و مومن تو کیا کافر و فاسق کی نگاہ میں بھی مذموم ہے۔ ایک بڑا قمار باز اور نہ صرف خود بدمعاش بلکہ بدمعاش گر اپنے لڑکے کو پیٹ رہا تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ کیوں پیٹ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا، یہ جوا کھیلنے لگا ہے، میں حرام روٹی کماتا ہوں، یہ تو نہ کمائے

حدیث میں یہ تو ملے گا کہ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ دو بھائی ہیں، ایک شب و روز عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ بال بچوں کے لئے کمانے کی فکر نہیں کرتا۔ دوسرا بھائی عبادات میں سے بس فریضہ ادا کرتا ہے باقی وقت کمانے کیلئے ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے۔ ان میں کون بہتر ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوسرے شخص کو بہتر بتایا۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ کمانے کے لئے دوڑ دھوپ اور محنت و مشقت بعض گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ حدیث میں سوال کرنے کو مذموم اور کمانے کو محمود قرار دیا گیا ہے۔ لیکن معاش کے باب میں احادیث کا بیش تر و اکثر حصہ "لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" آپس ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے نہ کھاؤ، کی تفسیر ہے اور کتاب البیوع کی قریب قریب ساری حدیثوں کا تعلق خرید و فروخت کی ممنوعہ صورتوں سے ہے۔

لایحل سلف ولا بیع ولا شرطان فی بیع ولا ربح مالم یضمن ولا بیع مالیس عندک

بیع اور قرض کو ملانا حلال نہیں (مثلاً فلاں چیز نقد دس روپے کی اور ادھار پندرہ روپیہ کی دوں گا) اور ایک ہی معاملہ میں دو شرطیں لگانا حلال نہیں (مثلاً کوئی شخص مکان اس شرط پہ بیچتا ہے کہ مرمت بھی کرا دوں گا اور فرش بھی بنوا دوں گا) اور نہ ایسی چیز پہ نفع لینا جائز ہے جو قبضہ میں نہ ہو اور نہ ایسی چیز بیچنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہ ہو۔

ان حدیث میں جن ممنوعات کا ذکر ہے آج ان سب پر عمل ہو رہا ہے۔ بجلی کا پنکھا نقد دے کر خرید و تو قیمت اصل لی جائے گی، اگر قسط پر لو اصل سے زیادہ لی جائے گی۔ مکان کا زبانی سودا ہو گیا۔ ابھی نہ قیمت ادا کی اور نہ قبضہ لیا زیادہ منافع پر کسی دوسرے کو بیچ ڈالا۔ یہ ناجائز صورتیں ہیں۔

معاملات میں خود غرضی اور دوسروں کو ایذا پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ صحاح کی تمام کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے "لابیع بعضکم علی بعض"، تم میں سے کسی کی بیع دوسرے پر جائز نہیں ہے۔

مثلاً بزاز سے ایک تھان خرید رہے ہو، مگر ابھی قیمت کی کمی بیشی پہ تکرار ہو رہی ہے اتنے میں ایک اور گاہک آ گیا اور اس نے بزاز کی منہ بولی قیمت دے کر تھان اٹھا لیا اسلام نے اس تکلیف دہ خود غرضی کو گوارا نہیں کیا۔ رشتے کے بارے میں بھی حکم ہے کہ اگر کسی گھرانے سے رشتہ کی بات چیت ہو رہی ہو تو خود پیش دستی کر کے اس رشتہ پر ہاتھ نہ ڈالو۔

آج وہ وقت ہے کہ جھوٹ فریب سے سودا بیچنے کو دکان دار کی ہشیاری پر محمول کیا جاتا ہے۔ میں کل گل برگ مارکیٹ سے گزر رہا تھا کہ ایک خربوزہ فروش خدا کی قسم بار بار کھا کر صدا لگا رہا تھا کہ "مصری ہے مصری!" میں نے محض اس کو جھوٹی قسم پر ملامت ۔۔۔۔ کرنے کی غرض سے ایک خربوزہ خریدا اور اسی کے چاقو سے قاش کاٹ کر کھائی۔ خربوزہ پھیکا تھا۔ سمجھایا کہ تو قسمیں مت کھا۔ مگر وہ میری جانب متوجہ نہیں ہوا اور بار بار قسم کھا کھا کر صدا لگاتا رہا۔ صحیح حدیث میں یہ واقعہ ہے کہ حضور کا بازار میں گزر ہوا۔ غلہ کے ایک ڈھیر کو اندر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو غلہ میں نمی محسوس ہوئی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ دکان دار نے عرض کیا کہ بارش سے بھیگ گیا۔ فرمایا کہ پھر اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لینے والے کو پتا چل جائے اور کسی کو دھوکا نہ ہو۔ ساتھ ہی سخت دھمکی دی۔ "من غش منا فلیس منا" جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جریرؓ سے بیعت اسلام لی، جب وہ چلنے کے لئے اٹھے تو آپ نے ان کا کپڑا کھینچ کر ٹھہرا لیا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی ان پر پابندی لگا دی۔ جریرؓ تجارت کرتے تھے۔ اب انہوں نے اپنا دستور یہ بنا لیا کہ سامان کا عیب گاہک کو دکھا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب مرضی ہے لو چاہے نہ لو۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر ایسا کرتے رہو گے تو تمہارا سامان نہ بکے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر یہ عہد کیا ہے کہ ہر صورت میں مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔

ظاہر ہے کہ اچھی جنس کی قیمت لے کر خراب چیز بیچنا مسلمانوں کی بد خواہی ہے۔ اور تیسرا شخص جو اس فریب کو دیکھ رہا ہے اس کا خریدار کو آگاہ کر دینا مسلمان کی خیر خواہی ہے۔

حضرت واثلہؓ نے دوڑ کر اونٹنی کے خریدار کو روکا اور اسے بتایا کہ اس اونٹنی کے پاؤں میں شگاف ہے، یہ مسلسل منزلیں طے نہ کر سکے گی۔ وہ شخص لوٹ کر آیا اور اونٹنی واپس کرنے لگا۔ بیچنے والے نے حضرت واثلہؓ سے کہا کہ تم نے میرا معاملہ بگاڑ دیا۔ فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہیں کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے۔ اور ہم نے حضور سے یہ بھی سنا کہ "لایحل لاحد یبیع بیعاً الا ان یبین مافیہ"، نہیں حلال ہے کسی کے لئے کہ وہ کوئی بیع کرے لیکن جو اس میں عیب ہو وہ صاف صاف بتا دے۔

کوئی شخص سخت مصیبت اور پریشانی کی حالت میں اپنی کوئی چیز اونے پونے پھینک رہا ہے تو اس بیع کو بیع اضطرار کہتے ہیں حضور نے اس کی ممانعت فرمائی۔ قد نھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر"۔

آپ نے حالت اضطرار یعنی پریشان حال کی چیز خریدنے سے منع فرمایا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ گھر میں کوئی شخص سخت بیمار ہے اور اس کی دوا کسی دکان سے نہیں ملتی، صرف ایک دکان دار کے پاس ہے تو اس کی شدید ضرورت سے فائدہ اٹھا کر منہ مانگے زیادہ دام مانگنا جائز نہیں ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیچنے والا سستے دام اپنی چیز بیچ کر پچھتاتا ہے اور کبھی خریدار گراں قیمت پر چیز خرید کر پچھتانے لگتا ہے۔ اگر سستی خریدی ہے تو بیچنے والے کی خواہش پر واپس کر دے اگر گراں خریدی ہے تو اس کی خواہش پر بیچنے والا اپنی چیز واپس لے لے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایسی صورت میں جو کسی مسلمان سے بیع فسخ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔

حدیث میں جس دنیا کو جیفہ یعنی مُردار اور اس کے طالب کو کُتا کہا گیا، یہ نہ سمجھو کہ اس کی زد میں وہی لوگ آتے ہیں جن کا سطورِ بالا میں ذکر ہوا، بلکہ اس کی زد میں وہ کاروباری بھی آتا ہے جو نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے۔ نہ کم تولتا ہے مگر اذان سن کر دکان پر بیٹھا رہتا ہے اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتا۔ نماز تو اہم فریضہ اور دین کا ستون ہے۔ اہل اللہ نے اس کاروبار کو مذموم قرار دیا ہے جو ذکرِ الٰہی سے غفلت میں ڈال دے۔

چنانچہ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں۔ اگر دمشق کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر مجھے دکان لگانے کا موقع ملے اور روزانہ پچاس دینار کی آمدنی ہو، اور سب کی سب اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا کروں اور ساتھ ہی کوئی میری نمازِ باجماعت بھی فوت نہ ہوتی ہو۔ نہ میں کسی ایسی چیز کو حرام جانتا ہوں جس کو اللہ نے حلال کیا ہو (یعنی تجارت کو حلال جانتا ہوں) پھر بھی اس بات کو سخت ناپسند کروں گا کہ میرا شمار ان لوگوں میں نہ ہو جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی ——

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور فروخت اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں ڈالتی۔

ذخیرہ اندوزی اسلام کے نام پر قائم کی ہوئی اس مملکت میں عام مرض ہے۔ بڑے بڑے زمیندار گرانی پیدا کرنے کے لئے غلہ چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور ہماری بدقسمتی یہ ہے حکومت کی مسند نشین پر ادل بدل کر وہی لوگ آتے ہیں جن کا تعلق اس طبقہ سے ہے۔ ذخیرہ اندوز اللہ کی مخلوق کو اس کے دیئے رزق سے محروم رکھتے ہیں۔ پھر ایسے ستم گر اسلام کی نگاہ میں مبغوض کیوں نہ ہوں۔ حضور نے فرمایا ——

"من احتكر الطعام اربعين يوماً ثم تصدق به لم تكن صدقته كفارة لاحتكاره"

جو شخص غلہ کو چالیس روز بند رکھے۔ پھر اس کو صدقہ کر دے تو اس کا صدقہ اس کے (غلہ کو) روک رکھنے کا کفارہ نہ ہوگا۔

فرمایا —— من احتكر الطعام اربعين يوماً فقد برئ من الله وبرئ الله منه۔ جو شخص غلہ کو چالیس دن روک رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوا۔

آہ! ایک قیض الاسلام کیا پاکستان کا سارا اسلامی پریس ہزار چلائے، اسلام کی معاشی قدروں کا ہزار چرچا کرے، نہ ارباب اقتدار پر اثر ہوگا اور نہ ایک رات میں سرمایہ دار بن جانے والے اثر قبول کریں گے۔ بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسے لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

بقیہ انسانی عروج کی آخری منزل

ضرورت نہیں ہے۔ یہ کتنی کور بختی ہے کہ اپنی اخروی زندگی میں باوجود شدید ضرورت کے، کہ جس ضرورت کے مقابلہ میں تو شاید معاشی ضرورت کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ یہاں کا کام تو پیدائشی راہوں کو عقلی قابو میں لانے سے بھی کچھ چل ہی جاتا ہے لیکن وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ کی گھڑیوں میں تو پیدا کرنے والے سے مانگنے کے سوا اس کی پیداواروں کو کسی اور ذریعہ سے حاصل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ایسا دیوانہ کون ہوگا، جو معاشی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کو الٰہ بنانے سے تو نہ شرمائے لیکن معادی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کو الٰہ بنانے اور اس کے آگے گڑگڑانے اور التجا و زاری کرنے میں اپنی ہتک محسوس کرے۔ جو بدنصیب ایسا کرے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝

وہ مذہب مذہب ہی کب باقی رہتا ہے جس میں انسان کے لامحدود منازلِ حیات کو صرف بطنِ مادر سے شکمِ قبر تک چند گنے گنائے دنوں تک محدود کر دیا جائے جو دوسرے سانس لینے والے جانوروں کے ساتھ آدمی کو بھی کرہ زمین پر عطا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری معاشی اور معادی ضروریات کے لئے مکمل ہدایات دے رکھی ہیں لیکن ہم معادی ضروریات کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور معاشی ضروریات کے پورا کرنے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ ہم سب زندہ رہنا چاہتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت کم ایسے لوگ ہیں جو دنیا میں زندہ رہنے کے مقصد کو سمجھتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کا قیام زمین پر بہت کم ہے اور زمین کے نیچے بہت زیادہ عرصے تک قیام کرنا ہے۔ مثلاً مرنے کے بعد نفخہ اولیٰ تک قبر میں، اس کے بعد نفخہ ثانیہ تک اس حالت میں جس کو اللہ ہی جانتا ہے اور یہ مدت ہزارہا سال برس کی ہوگی اور زمین پر قیام زیادہ سے زیادہ عمر طبعی کی مقدار تک۔ اس کے بعد محشر میں اس کے بعد آخرت میں جس ٹھکانے کا فیصلہ ہوگا اس میں۔ الغرض دنیا سے گزرنے کے بعد ہر منزل اور ہر مقام کا قیام دنیا سے سینکڑوں گنا زیادہ ہوگا پھر انسان کس قدر غافل ہے کہ دنیا کے چند روزہ قیام کے لئے وہ جتنا کچھ کرتا ہے ان دوسرے مقامات کے لئے اتنا بھی نہیں کرتا۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جو اس چند روزہ زندگی میں معاشی ضروریات کے ساتھ معادی ضروریات کو بھی مدنظر رکھتا ہے اور اپنے ہر شعبہ حیات میں اپنے مولیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھتا ہے یہی انسانی عروج کا کمال ہے ؛

ہفتہ وار خدام الدین لاہور کا تازہ پرچہ کراچی میں مندرجہ ذیل پتوں پر مل سکتا ہے

(۱) جائیداد متعلقہ انجمن خدام الدین پہلی چورنگی ناظم آباد۔
(۲) وزیر زادہ خان مسجد قدوسیہ دوسری چورنگی نزد پیٹرول پمپ ناظم آباد۔
(۳) خطیب صاحب جامع مسجد بلاک نمبر ۴ ناظم آباد۔
(۴) عبد المجید خان 1-20/E/V نزد جامع مسجد بلاک نمبر ۵ ناظم آباد۔
(۵) طاہر بک ڈیپو ٹرام پٹہ صدر کراچی۔
(۶) محمد خان نیوز ایجنٹ کراچی صدر
(۷) موڈرن بک سٹال نزد ایمپریس مارکیٹ پوسٹ آفس کراچی صدر
(۸) محمد صدیق بک سٹال ریگل بس سٹاپ صدر کراچی۔

ضروری گزارش

جملہ شکایات خط و کتابت اور ترسیل زر منی آرڈر بنک ڈرافٹ وغیرہ بنام منیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۸ کی جائے۔
تاکہ وصولیابی اور تعمیل میں رکاوٹ یا تاخیر نہ ہو ——
(پرچہ نہ ملنے کی اطلاع آنے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے)

عقائد، اخلاق اور اعمال میں اتفاق و اتحاد

محمد افضل عاصم انگوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

(سورۃ حجرات)

بے شک تمام مومن (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے اپنے دو بھائیوں میں صلح صفائی کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں مسلمان خواہ کسی جگہ ہوں کسی رنگ یا نسل کے ہوں اور کوئی زبان بولتے ہوں، ان کے درمیان برادری کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ وہ سب ایک خدا کے بندے ہیں اور ایک رسول کی امت۔ ایک قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک ہی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں حضور علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے عرب کے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو آپس کی تمام دشمنیاں ختم ہو گئیں اور وہ درحقیقت بھائی بھائی بن گئے۔ اس اتفاق و اتحاد کی بدولت دشمن پر ان کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ تھوڑی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی بڑی بڑی مسلح فوجوں پر غالب آنے لگے۔ اتفاق و اتحاد کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس فضل کا خاص تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ.

(سورۃ انفال)

(اے رسولؐ) اللہ تعالیٰ نے ہی اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے اور ان کے دل آپس میں ملائے۔ اگر تم زمین کے تمام خزانے بھی خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں کو ملا نہ سکتے لیکن خداوند تعالیٰ نے ان کے آپس میں الفت پیدا کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہر مومن دوسرے مومن کے لئے اسی طرح پشت پناہ ہوتا ہے جس طرح عمارت کا ہر حصہ دوسرے حصے کو مضبوط رکھتا ہے"۔ لوگو! تمہاری جانیں، تمہارے مال تمہاری آبروئیں قیامت تک کے لئے اسی طرح عزت و حرمت کے لائق ہیں جس طرح تم آج کے دن (حج کے دن)، اس مہینے اور اس شہر (مکہ معظمہ) کی عزت کرتے ہو۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

(بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بھی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے دل میں ہمدردی محسوس کرتا ہے اور اخوت کا جذبہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ تب ادا ہو گا جب مسلمان خود میں مندرجہ ذیل اخلاق پیدا کریں گے:۔

(۱) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان، مال یا آبرو کو نقصان نہ پہنچائے۔

(۲) اگر کوئی شخص مسلمانوں پر حملہ آور ہو، تو دوسرے مسلمان اسے اکیلا نہ چھوڑیں۔

(۳) دو مسلمانوں میں تنازعہ ہو تو ان میں صلح کرا دیں

(۴) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کرے

(۵) مقدور والے کمزوروں اور ناداروں کی مدد کریں اور مظلوموں کی فریاد رسی کریں۔

(۶) تمام مسلم قوم اور اسلامی ممالک کی عزت اور شان بڑھانے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اسلام کی دعوت دے کر دنیا والوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے ملائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ. (سورۃ الحج)

ترجمہ: (مسلمان) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کریں تو وہ نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ دینے لگیں۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اس لئے مسلمانوں کا پہلا فرض یہ ہے کہ اسلامی احکام کے پابند رہیں اور ان کے اتفاق کا مقصد یہ ہو کہ وہ اسلامی اعمال کے پابند بنیں۔ نیک مقصد کے لئے اتفاق ضروری ہے اور برائی اور فساد کے لئے اتفاق کرنا دوسرے گناہوں سے بڑھ کر گناہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

(سورۃ آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ کی رسی (دین) کو مل کر مضبوطی سے تھامے رہو۔ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہیں اس مقصد کے لئے آپس میں اتفاق کرنا چاہئے کہ تم اسلامی احکام کی پابندی کر سکو۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (سورہ مائدہ)

ترجمہ: نیکی اور خدا ترسی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن کاموں کو خدا اور رسول نے اچھا بتایا ہے۔ ان میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری ہے مگر جو کام گناہ اور نافرمانی کے ہیں ان میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا جائز نہیں ہے

فرقہ بندی سے بچنا

جب قومیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر باہم اختلاف کرنے لگتی ہیں تو ان کی وحدت تباہ ہو جاتی ہیں، طاقت کمزور پڑ جاتی ہے اور انجام یہ ہوتا ہے کہ دوسری قومیں ان کو دبا لیتی ہیں اور آخر کار ان کی ہستی مٹ جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کریم میں اس آپس کے اختلاف اور تفرقہ بازی سے بچنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ سورہ۔ الاعراف

ترجمہ:۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جن کے پاس دین کی باتیں کھلی کھلی آئیں پھر بھی وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن سخت عذاب ہو گا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور ٹکڑیوں میں بٹ جانے سے پرہیز کریں۔ اسلام کا رشتہ بہت مضبوط رشتہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے تمام رشتے کٹ جاتے ہیں مسلمانوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اسلام کا دعوی کرنے کے باوجود شیخ، سید، مغل یا پٹھان کہلانے پر فخر کرنے لگیں نسل علاقہ یا زبان کے نام پر اپنی الگ الگ ٹولیاں بنائیں یا چھوٹے چھوٹے مسئلوں کو بہانہ بنا کر مذہبی فرقہ بندیوں کو فروغ دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فرقہ بندی اور تفرقہ بازی کی باتیں زمانہ جاہلیت کی باتیں ہیں جو شخص لوگوں کو فرقہ بندی کے لئے آمادہ کرے گا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(باقی بر صفحہ:۔ ۴)

عرض کیا گیا کہ مولانا سندھیؒ سے دیوبند میں رہنا ہمارے بہترین مفاد کے حق میں مضر ہے لیکن حضرت شیخ الہندؒ کو مولانا سندھیؒ سے بے انتہا محبت تھی اور اُن کے صحیح معنوں میں قدرشناس تھے چنانچہ اُنہوں نے صاف فرما دیا کہ "محمود دیوبند سے پہلے نکلے گا اور عبیداللہ بعد میں۔" اس سلسلے میں جب حضرت سندھی مرحوم کے کانوں میں بھنک پڑی تو وہ یہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے مفاد کو اُن کی ذات کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچے چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ الہند مرحوم کو مجبور کیا کہ وہ دیوبند سے زیادہ دہلی میں مفید کام کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت شیخ الہندؒ آمادہ ہو گئے اور ایک رات دہلی جا کر حکیم اجمل خاں صاحب اور ڈاکٹر انصاری مرحوم کو مولانا سندھی کا تعارف کرایا اور فرمایا "ہماری بدرجہ تکمیل کی جماعت دیوبند سے دہلی منتقل ہو رہی ہے۔ آپ دونو حضرات اُس کا انتظام و انصرام اپنے ذمے لیں۔" چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ واپس تشریف لے آئے ان دونو حضرات نے بیگم صاحبہ بھوپال کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مسجد فتحپوری میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کے جملہ اخراجات خود برداشت کریں بیگم صاحبہ نے نہایت خوشی سے اُسے قبول فرما لیا۔ سو جو جماعت دیوبند میں قرآن حکیم انقلابی تفسیر اور سیاسی تربیت حاصل کر رہی تھی اب وہ دہلی میں اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور مولانا سندھیؒ کے کابل روانہ ہونے تک یہ کام بخیر و خوبی انجام پاتا رہا۔ جب حضرت شیخ الہندؒ اور جمعیۃ الانصار کے ذمہ دار افراد نے حضرت سندھیؒ کو کابل کا مشن سونپا تو حضرت والد ماجد مرحوم کو حضرت سندھی کی قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا چنانچہ ریشمی خطوط کی سازش کے آؤٹ ہونے تک حضرتؒ اس کام کو بہ احسن طریق سرانجام دیتے رہے چنانچہ جس روز ہمارے ہندوستان کے تمام بزرگوں کی ایک ہی وقت میں گرفتاریاں ہوئیں تو دہلی میں حضرتؒ کو انگریز سپرنٹنڈنٹ نے مسجد فتحپوری میں درس قرآن دیتے ہوئے گرفتاری کی تعمیل کرائی جس وقت بیگم صاحبہ بھوپال کا نمائندہ اُس ماہ کے اخراجات پیش کرنے کے لئے بھی وہاں موجود تھا چنانچہ آخری دفعہ حضرتؒ نے دستخط کئے اور رقم وصول کی اور جیل چلے گئے۔

جب حضرتؒ اور دیگر بزرگوں پر مقدمات وغیرہ چلے اور اس سازش کی تحقیقات کیلئے رولٹ کمیشن بیٹھا اُس دوران میں حضرتؒ کو شملہ، انبالہ ضلع جالندھر اور لاہور وغیرہ مختلف مقامات پر رکھا گیا۔ اس دوران میں والدہ مرحومہ اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبدالقوی لقمان اور ہمارے چچا حکیم رشید احمد صاحب جو اُس وقت دونو ہی خورد سال تھے اُنہیں دہلی سے لے کر نواب شاہ (سندھ) آ گئیں جہاں حضرتؒ نے اپنے اور اپنے چھوٹے بھائیوں کیلئے زمین کے چند قطعات (اپنے مکانوں کے لئے) اور مدرسے کی تعمیر کے لئے خرید رکھے تھے اس دوران میں شیخ عبداللہ مرحوم گھر کے سودے سلف لاتے اور ہر طرح سے دیکھ بھال کرنے کے فرائض انجام دیتے رہے اور حکیم اجمل خاں مرحوم وقتاً فوقتاً والدہ مرحومہ کی خیریت معلوم کراتے اور خفیہ طریقے سے اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ پھر بعد میں جب رولٹ کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر آئی اور اپنی اپنی سزائیں بھگتنے کے بعد سارے بزرگ رہا ہو گئے بعد میں کہیں والدہ مرحومہ کو حضرتؒ کی اور حضرتؒ کو والدہ مرحومہ کی خیریت معلوم ہوئی اور کون اس گرفتاری کے زمانے میں کہاں رہا اس کا علم ہوا اور جب حکیم صاحب کی فرض شناسی کا حضرتؒ کو علم ہوا تو حضرتؒ اس سے کافی متاثر ہوئے چنانچہ حکیم صاحب اور حضرتؒ کے بعد میں بھی بڑے اچھے اور قریبی روابط رہے حتیٰ کہ جب میرا پہلا بچہ پیدا ہوا تو حضرتؒ نے اس کا نام اجمل تجویز فرمایا۔ دوسرے تیسرے دن بعض احباب کی مجلس میں حضرتؒ تشریف فرما تھے تو کسی نے حضرت سے بچے کا نام پوچھا تو حضرت نے محمد اجمل بتایا۔ میں نے حکیم اجمل خاں صاحب کے اخلاق و کمالات اور ہم پر جو ان کی خصوصی نوازشات تھیں اُن کا تذکرہ کیا تو حضرتؒ نے فرمایا "نومولود کا نام تجویز کرتے وقت حکیم صاحب مرحوم ہی میرے پیش نظر تھے۔"

۳- حضرت شیخ التفسیرؒ کی ایک کرامت

ایک دفعہ اوکاڑہ جانے کا اتفاق ہوا۔ تاج المساجد میں جامعہ عثمانیہ کے سالانہ جلسے پر تقریر کر کے لاہور واپس آنے کے لئے قاضی عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر احباب کے ساتھ اسٹیشن پر حاضر ہوئے تو گاڑی آنے میں کچھ وقت تھا۔ احباب اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں بیٹھنے کے لئے گئے اسٹیشن ماسٹر صاحب کوئی حضرتؒ کے پرانے جاننے والے اور معتقد تھے۔ انہوں نے اپنا ایک خانگی واقعہ سنایا کہ وراثت کے معاملے میں آپس میں شکر رنجی اور تنازعے کی نوبت آ گئی۔ میں نے حضرتؒ کو خط لکھا۔ حضرتؒ نے شریعت حقہ کے مطابق وراثت کے بارے میں فیصلہ دیا اور اس سلسلے میں خلاف ورزی کرنے والوں کو کچھ تہدید و تلقین وغیرہ فرمائی گئی تھی اور یہ کہ اگر شرعی فیصلے کو رد کیا گیا تو قیامت کے دن احمد علی کا ہاتھ ہوگا اور تمہارا گریبان ہوگا اور نافرمانوں کو مالک یوم الدین کی عدالت میں پیش کر دوں گا۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب فرمانے لگے کہ جھگڑے کے سلجھنے کی بظاہر کوئی توقع نہیں تھی لیکن حضرتؒ کی دعا برکت اور اُن کی کرامت ہی کہیئے کہ سب عزیزوں میں صلح صفائی ہو گئی۔ معاملہ بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ سارے گلے شکوے ختم ہو گئے اور اسٹیشن ماسٹر صاحب اس کو حضرتؒ کی کرامت قرار دینے میں حق بجانب تھے ورنہ خدا معلوم بصورت دیگر کیا نتائج برآمد ہوتے۔

۴- ایک مثالی حاجی

حضرتؒ نے سفر حجاز کے درمیان اپنی جیب کی گھڑی برادر معظم حضرت مولانا حبیب اللہ کو دے دی اور کراچی آنے کے بعد مجھے فرمایا بازار سے گھڑی خرید لاؤ۔ میں جب بازار گھڑی لینے گیا تو اکثر دکانوں پر زیادہ ہاتھ کی گھڑیاں تھیں جیب کی گھڑیاں ملتی نہیں تھیں ایک دکاندار کے پاس دو تین جیبی گھڑیاں نکلیں۔ میں نے اُس سے کچھ رقم دے کر حضرتؒ کو دکھلانے کے لیے لے جانے کی خواہش ظاہر کی اُس نے کہا رقم رکھنے کی ضرورت نہیں گھڑیاں لے جاؤ میں نے اصرار کے ساتھ اس کے پاس کچھ رقم رکھنی چاہی مگر اُس نے صاف انکار کر دیا تو میں نے پوچھا آخر آپ مجھ کو جانتے پہچانتے نہیں۔ اُس نے کہا ہم نے دکانداری میں یہی ایک چیز سیکھی ہے ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون واپس آنے والا ہے اور کون نہیں۔ ایسوں کو دکھانے کو دینے کے لئے ہم کسی قیمت پر تیار نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرتؒ سے میں نے کہا آپ نے مکے میں مجھ سے کہا ہوتا میں بازار سے گھڑی آپ کو لا کر دیتا۔ اُنہوں نے فرمایا ہم نے اسی رسم کو توڑنا تھا کہ لوگ حاجیوں سے فرمائشیں کرتے ہیں اور وہ اپنے لئے بھی سارا دن بازار میں خرید و فروخت کرتے رہتے ہیں میں نے محض اسی لئے وہاں سے گھڑی نہیں خریدی کہ یہ رسم ٹوٹ جائے حالانکہ شرعاً کوئی منع بھی نہیں مگر حج ثانوی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور خرید و فروخت کو لوگ زیادہ اہمیت دے دیتے ہیں

۵- نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے سندھ میں ایک غالی اور متشدد کمیونسٹ اور دہریہ تھا اور کسی طرح خدا کو نہ مانتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ کی صحبت میں حاضر ہوا حضرت امروٹیؒ نے فرمایا "پٹ رب آہے" (بیٹا خدا ہے)، بس اتنا کہنا تھا کہ اللہ نے اُس کو دولت ایمان سے نواز دیا حالانکہ امروٹیؒ کو کسی نے اس کے بارے میں اطلاع نہ دی تھی کہ یہ منکر ہے اور مرتد ہے۔ ایسا خدا کا قائل ہوا کہ وہ پھر خود لوگوں کو خدا کی تلقین کیا کرتا تھا۔

(باقی آئندہ)

بعض ایجنٹ حضرات کے بنڈل بوجہ عدم ادائیگی روک دیئے گئے ہیں۔ ادارہ

(قسط نمبر ۲)

سُورۃ الجُمُعۃ

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مُرتّبہ: غازی خدا بخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے سمن آبادی

اَلمَلِکُ، اَلقُدُّوسُ، اَلعَزِیزُ، اَلحَکِیمُ

؎ قرآنِ حکیم نے اپنی آمد کا منشا ان الفاظ میں بتایا ہے :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔

(الصف آیت ۹، الفتح آیت ۲۸)

اس کے لئے حزب اللہ کا قیام ضروری ہے جو قرآنِ حکیم کو اپنا پروگرام بنا کر آگے بڑھائے اور غالب کرے۔ حزب اللہ کے لئے سیاسی غلبہ لازم ہے ورنہ اس کا پروگرام دنیا میں چل نہیں سکتا۔ حزب اللہ کی تشکیل کا پروگرام سورۃ مجادلہ سے شروع ہوتا ہے اور اسی سورت سے حزب اللہ کے غلبے کی پیشگوئی کی جا رہی ہے۔ چنانچہ سورۃ مجادلہ کے آخری حصے میں آیا ہے کہ

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۔

یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا دنیا میں غالب آنا حتمی اور یقینی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اس لئے وہ اپنے رسولوں کی جماعتوں کو عزت دیا کرتا ہے

اِنَّ الْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

(سورۃ المنافقون آیت)

اس کے بعد سورۃ حشر میں آتا ہے :-

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

یہ سورت بھی حزب اللہ کے سیاسی غلبے کی پیشگوئی کرتی ہے جس کے لئے اس سورت الحشر میں حزب اللہ کے حربی پہلو کی تکمیل پر زور دیا گیا ہے۔ اس سورت کی ابتدائی آیت میں خدا تعالیٰ کی دو صفات العزیز اور الحکیم کا ذکر نہایت معنی خیز ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے حزب اللہ غلبہ حاصل کرے گا اور اس کے پروگرام کو زیادہ مستحکم اور پائیدار بنانے کے لئے اسے حکمت کی تعلیم دی جائے گی جس کے بغیر کوئی غلبہ مستقل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد الممتحنہ میں حزب کے نظام کو اندرونی طور پر مضبوط بنانے اور تعلقاتِ خارجہ کو استوار کرنے کے لئے ہدایات دی گئی ہیں۔ اس لئے اس سورت میں "العزیز" اور "الحکیم" کے اسمائے حسنیٰ کے اعادے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

اس کے بعد سورہ صف میں حشر کے مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے (یعنی حشر میں حزب اللہ کے حربی اصولوں کی تشکیل پر زور دیا گیا ہے) صف میں تیاری کے احکام دیئے گئے ہیں اور بنی اسرائیل کے قومی انقلاب کی مثال پیش کی گئی ہے۔ اس لئے یہاں پھر ان اسمائے حسنیٰ کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں غلبہ کا پہلو ظاہر ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

سورۃ جمعہ میں غلبے کے اس پروگرام کو اور واضح کیا گیا ہے اور بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کی طرز پر نہ صرف قومی انقلاب کی دعوت دی گئی ہے بلکہ دوسری قوموں میں قومی انقلابات لانے کی دعوت دی گئی ہے اور بنی اسرائیل میں جن باتوں نے انقلاب کی روح کچلی تو ان کی توضیح بھی کر دی گئی۔ اس لئے الحشر اور الصف میں خدا تعالیٰ کے جو اسماء حسنیٰ آ چکے ہیں (یعنی العزیز، الحکیم، عالم الغیب و الشہادۃ، الرحمن، الرحیم، الملک، القدوس، السلام، المؤمن، المہیمن، الجبار، المتکبر، الخالق، الباریٔ، المصور) ان میں سے غلبہ ظاہر کرنے والے جامع اسماء حسنیٰ یعنی الملک، القدوس، العزیز اور الحکیم کو سورۃ جمعہ کا عنوان بنایا گیا ہے۔

۲۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

چنانچہ خدا نے امیوں میں سے ایک انسان چن لیا اس کے اندر ایسی ہمت اور عالی دماغی پیدا کی کہ وہ اس نیابتِ الٰہی کے پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

نبی اُمّیوں میں سے کیوں لیا گیا؟

وہ ان پڑھ لوگوں میں سے لئے گئے۔ کیونکہ پڑھے لکھے لوگ۔ اہل کتاب۔ اپنی فطرت خراب کر چکے ہیں۔ ان کے قلوب شکوک و اوہام کے گہوارے بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت شناسی سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کو کوئی بات سمجھانا آسان نہیں ہے مگر مخلطہ ایک غیر متمدن مرکز ہے اور کسی خاص قوم کے تمدن کے زیر اثر نہیں ہے۔ اس لئے بھی یہ مرکز اس قابل ہے کہ صحیح اور صالح تعلیم جو انسانیت کی اساس پر قائم ہو اس قوم میں پھیل سکے۔ اہل قریش اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ وہ قدیم روایات عالیہ کے حامل ہیں۔ اگرچہ اس وقت جہالت کے باعث ان کی حالت اچھی نہیں ہے لیکن اوپر کے پردے کے نیچے صالح اور کارکن طاقت موجود ہے۔ وہ بین الاقوامی پروگرام اخذ کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ پھر ان پر کوئی حکومت بھی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان پر پابندیاں عائد ہو چکی ہوں ہر ایک خاندان اور ہر گھرانہ اپنی فطری آزادی پر قائم ہے۔ اگر ان لوگوں کو بین الاقوامی پروگرام کے اصول صحیح طور پر سمجھا دیئے جائیں تو ان کے تمام خاندان اس میں رنگین ہو جائیں گے اور اس طرح بین الاقوامی کام کے لئے پنیری تیار ہو جائے گی

؎ عام اہل یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب اور اہل عرب کو امی۔ ہمارے نزدیک مجوس، ہنود اور بدھسٹ بھی امی اقوام میں داخل ہیں۔ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جس کے احکام کو یہ ناقابل تبدیل قانون مانتے ہوں۔ اگر کوئی تھی بھی، تو مرور زمانہ سے وہ عوام میں سے بالکل نکل چکی ہے اور عوام اتنے جاہل رہ گئے ہیں کہ انہیں کسی کا علم بھی نہیں ہے اور صرف اپنے علماء کی زبانی تعلیم ہی کو خدائی تعلیم مانتے ہیں۔ صرف نصاریٰ اور یہود ساری انسانیت کو جامع نہیں ہیں۔ انسانیت کو جمع کرنے کے لئے ہنود، مجوس اور بدھوں کو بھی ذہن میں لانا پڑتا ہے۔

"الملک" کا اثر، حیاتِ انسانی پر

چھوٹے چھوٹے فقرے ہوں جن میں حکمت کے گر مستور ہوں، الفاظ فصیح ہوں جملے کی ترکیب دلکش ہو، ایسے جملوں کو آیات کہا جاتا ہے۔

رسول ان کو اس قسم کی آیات سکھاتا ہے جن میں فطرتِ انسانی کے مطابق احکام دیئے گئے ہیں۔ یہ احکام انسانیتِ عامہ کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ رسول ان کو یہ باتیں اپنی قوم کی مادری زبان میں جو فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور یاد کرواتا ہے کیونکہ یہ لوگ ان پڑھ ہیں۔ اس قسم کے جملے ان کو روزمرہ کام آنے والے ہیں۔ یہ استدلال کی الجھنوں سے پاک ہیں۔ اس قسم کے مختصر جملوں پر حکمت کی بڑی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے حکمت کے چار اصول قرار دیئے ہیں:
(۱) طہارت (۲) سماحت (۳) خضوع (۴) عدالت۔

انہوں نے حکمت منزلی، حکمت بلدی، حکمت ملی اور بین الاقوامی حکمت انہی اصول اربعہ پر راجع کر دکھائی ہے۔ اگر ان اساسات کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں بغیر کسی خاص ترتیب کے عام لوگوں کے پیش کر دیئے جائیں اور ان میں سے ہر شخص ایک جملہ چن کر اسے اپنا مقصد زندگی بنا لے تو یہ اس قوم کی حکیمانہ ترقی کے لئے بنیاد ثابت ہوں گے۔

افسوس ہے کہ ہمارے ہاں حکمت کے ان جملوں کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور فقط توحید کے لفظ کو سامنے رکھ کر تمام شرائع کو اسی طرف راجع کر دکھاتے ہیں۔ اور عدالت کو بالکل بھول گئے ہیں۔

توحید اور عدل

ہماری تحقیق یہ ہے کہ اسلام نے توحید پر جو زور دیا ہے اور شرک کے ردّ کی جو اہمیت جتائی ہے تو اس کی روح یہ ہے کہ مشرک سب سے بڑا ظالم ہے۔ دوسرے لفظوں میں توحید انسانیت کی سب سے محکم اساس ہے۔ اگر ہمارے بچوں اور ان پڑھ لوگوں کو اخلاق کے اساسی جملے یاد کرا دیئے جائیں جو ان کے روزمرہ میں استعمال ہو سکتے ہوں تو ہماری ذہنیتیں قرآن حکیم کے سمجھنے کے لئے بہت جلد تبدیل ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کوتاہی نے باوجود بہت محنت کرنے کے ہمیں نتائج سے محروم کر رکھا ہے۔

اگر تقویٰ کے لفظ میں عدالت شامل ہے۔ جیسے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى سے سمجھ میں آتا ہے یا جیسے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ کی آیت میں اشارہ ہے اور ہم ان اشاروں کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تو ہماری سوسائٹی اتنی نہ گرتی۔ "لا الٰہ الا اللہ" کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انصاف قائم کیا جائے۔ "قائما بالقسط" کا ترجمہ ہے۔ اگر کوئی جماعت اللہ کے سوا تمام معبودوں کا انکار کرے اور جس سوسائٹی میں رہے وہاں انصاف قائم کرے اور وہ انصاف کو اپنے ایمان کے مرکزی نقطے تک پہنچا دے یعنی اسے فنا فی اللہ پر یقین ہے اسی قدر انصاف کرنا اپنا فرض بنائے تو اس سے بڑھ کر نہ انقلابی جماعت ہو سکتی ہے نہ اصلاح کرنے والی۔

خدا کی قدوسیت کا اثر

(۲) وَيُزَكِّيهِمْ۔ جو بات کہی جائے سوچ سمجھ کر کہی جائے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہی جائے

تزکیہ کیا ہے؟

ایسی بات دنیا میں اثر پیدا کرتی ہے اس سے انقلاب نمایاں ہوتا ہے اور اس سے اصلاح ہو سکتی ہے۔ پس سوچ سمجھ کر ذمہ داری سے بات کہنا تزکیہ ہے۔

لوگوں کو اصول بتا دیئے گئے ہیں۔ اب ان سے جو کچھ کہا جائے وہ ان اصولوں کی طرف راجع ہونا چاہیئے۔ وہ اپنے معاملے کو گھر میں جاری کریں یا شہر میں۔ ان کا تعلق ان کی ذات کے ساتھ ہو یا حکومت کے ساتھ۔ ان اصولوں سے جو انہوں نے ابتدا میں اپنا لئے ہیں، باہر نہیں جائیں گے۔ ہر معاملے کی تہہ میں وہ انہی اصولوں کو ملحوظ رکھیں گے۔

ذمہ داری کا مطلب

سوچ سمجھ کر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جب ایک بات کہتے ہیں تو وہ خود بھی اس کے پورے پورے پابند ہوتے ہیں۔ یہ ان کی ذمہ دارانہ حیثیت ہے۔ اس کے لئے انسان تزکیے کے بعد ہی تیار ہوتا ہے۔ ان دونوں خوبیوں کے خلاف جو بات بھی ہو گی وہ گندی ہے جس میں اس قسم کی کوئی گندی عادت ہو۔ اس کی نسبت کہا جائے گا کہ وہ نادان یا جاہل ہے۔ ایک شخص کو کہا جائے کہ وہ بدمعاش ہے تو اس سے مراد یہ ہو گی کہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ اس قسم کی گندگیوں سے پاک انسان مزکّی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں انسان کو پاک کرنے کی طاقت ہے۔ ہر فرد کے دل میں پاکیزگی کا خیال مستقل طور پر قائم کر دیتے ہیں۔ یہ ہے يُزَكِّيهِمْ کا ترجمہ۔

العزیز کا اثر

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

الکتاب: جماعتی قانون؛ اسے افراد کی حالت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر جماعت مجموعی طور پر اس کی پابندی نہ کرے تو برباد ہو جائے گی افراد میں صلاحیت باقی رہے تو ممکن ہے کہ افراد میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی اس قانون میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ وہ اس جماعت کا مستقل عنوان ہوتا ہے۔

ناقابل تبدیل قانون کو عربی میں لکھا ہوا قانون کہا جاتا ہے۔ حاکم جب ایک قانون کو لکھ دیتا ہے تو اس میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اس لئے تورات کے غیر تبدیل احکام عشرہ کو الکتاب کہا گیا ہے اسی طرح قرآن حکیم کو بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں غیر تبدیل چیز ہے اور جو حقیقت میں تورات ہی کا دوسرا ایڈیشن ہے، الکتاب کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی ایک ایک سورت بھی الکتاب ہے۔ اس میں مفرد جملوں کے تعلیمی درجے ہیں۔ بعض میں اونچی تعلیم ملحوظ رکھی گئی ہے کتاب سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک سورت کے ان مفرد جملوں یا آیتوں کے نظام کو سمجھا جائے

يُعَلِّمُهُمْ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سکھاتے ہیں یعنی ان میں یہ سمجھ پیدا کر دیتے ہیں۔ اب ایک سورت پڑھنے والا اس کا مطلب نکال لے گا۔ اس میں کوئی تمہید ہو گی کوئی دلیل ہو گی اور کوئی نتیجہ ہو گا سب میں ایک نظام اور ربط پایا جائے گا۔ اس کے بغیر کوئی مجموعہ کتاب کہلا ہی نہیں سکتا۔

تناسق سُوَر اور ربط آیات کی ضرورت

نہایت افسوس ہے کہ گزشتہ پانسو برس میں سورتوں کے تناسق کا علم بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ گو آیات کے تناسق کا علم کافی حد تک محفوظ ہے۔ ایک ہی قسم کی آیتیں مختلف سورتوں میں رکھی گئی ہیں۔ لوگوں نے ان کے خصائص پر بحث کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ علم باقی رہتا تو دو مختلف خیال اپنے فکر کے لئے قرآن سے استدلال نہ کر سکتے۔ چونکہ سورتوں کے تناسق اور ایک ہی مضمون کی مختلف سورتوں کی آیتوں کے ربط کا علم نظر سے گم ہو چکا ہے۔ اس لئے عالم ایک سورت کی ایک آیت سے ایک نتیجہ نکال لیتا ہے اور دوسرا عالم کسی دوسری سورت کی آیت سے ایک اور مطلب نکال لیتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن حکیم سے دو مختلف چیزوں کے لئے سند لی جا سکتی ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق اس قسم کا فکر پیدا کر دینا عقلمندوں کے نزدیک نہایت نازیبا ہے۔

قانون کی پابندی سے جماعت کی جو شیرازہ بندی ہوتی ہے وہ اس جماعت کو عزت مند بناتی ہے تو خدائے عزیز اس کتاب (قانون) کے ذریعے سے مومنوں کو عزت دینی چاہتا ہے

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور ایڈیٹر پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر ہفت روزہ خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

بچوں کا صفحہ

عقیدۂ نبوّت

حقیقت میں اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ عقیدہ عقیدہ توحید سے زیادہ مہتم بالشان ہے انبیا علیہم السلام کی تعلیم ہی سے عقیدہ توحید پورے طور پر معلوم ہوتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کچھ خاص بندوں کو ہدایت خلق کے لئے مقرر فرمایا خدا کا کلام ان پر اترتا تھا اور خدا اُن کے ذریعہ سے اپنے احکام بندوں کو بھیجتا تھا ان مخصوص ومقرب بندوں کو خدا کا نبی ورسول کہتے ہیں اوران سب کے حضرت آدم علیہ السّلام ہیں اور آخر ان کے ہمارے سردار اور کل کائنات کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔نبیوں کی تعداد شریعت نے نہیں بتلائی لہذا کوئی عدد خاص معین کرنا نہ چاہیئے۔نبیوں کے متعلق ہمارے عقیدے ہیں۔

۱۔ وہ سب راست باز اور نیکو کار اور صغیرہ کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے پاک تھے۔ سب اللہ کی رضامندی اور پسند کے کامل نمونے تھے۔

۲۔ احکام الہی کے پہنچانے میں کوتاہی نہ کرتے تھے، دنیا کی کوئی طاقت ان کو ان کے فرض منصبی سے روک نہ سکتی تھی۔

۳۔ انہوں نے معجزات دکھلائے یعنی وہ کام ان سے ظاہر ہوئے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں جیسے لاٹھی کا اژدہا بن جانا مُردے کا جی اُٹھنا پتھروں اور درختوں کا انسانی زبان میں کلام کرنا چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نبیوں کو بقدرِ ضرورت ومصلحت غیب کی باتوں پر بھی اطلاع دیتا ہے مگر تمام غیب کی باتوں کا جاننا اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے۔

ف معجزہ دراصل خدا کا فعل ہے۔نبیؐ کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔

۵۔ جو نبی جس زمانہ میں تھے اُس زمانہ میں اُن کی قوم کے لئے خدا کی رضامندی ان کی پیروی وفرمانبرداری میں منحصر ہوتی تھی۔

۶۔ کوئی نبی اپنی نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔

۷۔ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۸۔ سب نبیوں سے افضل ہمارے نبیؐ رؤف ورحیم محمدؐ بن عبداللہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔

۹۔ آپ اللہ کے نبی ہیں آپ خاتم النبیین ہیں یعنی آپ پر نبوت ختم ہو گئی، آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملی نہ ملے گی، آپ نے بکثرت معجزات دکھلائے۔آپ کی نبوت تمام جہاں کے لئے ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین کامل عطا فرمایا۔آپ کو حق تعالےٰ نے معراج دی۔ یعنی ایک رات جاگنے کی حالت میں براق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدّس سے آسمانوں پر تشریف لے گئے پھر آگئے جہاں تک اللہ تعالےٰ نے چاہا آپ کو سیر کرائی گئی۔ جنت دکھلائی گئی، دوزخ دکھلائی گئی آپ شفیع المذنبین ہیں۔یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے باذن الہی اپنی امت کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت مقبول ہو گی۔آپ کو خدا نے حوض کوثر عنایت فرمایا۔آپ کی اُمت بھی تمام اُمتوں سے اور آپ کے اور آپ کے اصحاب سب نبیوں کے اصحاب سے افضل ہیں۔

۱۰۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد اب کسی دوسری شریعت پر عمل کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔

۱۱۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بعضے نبیوں پر اپنی کتابیں بھی اتاری ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر قرآن مجید۔

۱۲۔ قرآن مجید اللہ کی کتابوں میں سب سے افضل ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

۱۳۔ قرآن مجید کی حفاظت کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے اور اس وعدہ الہی کے مطابق وہ بڑی حفاظت کے ساتھ موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں ایک حرف کی کمی بیشی تغیر تبدل نہیں ہوا۔اس کی ترتیب لوحِ محفوظ کے مطابق ہے۔

۱۴۔ کوئی عاقل بالغ اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ پابندی شریعت اور پیروی پیغمبر اس سے معاف ہو جائے۔

فرشتوں کا بیان

اللہ تعالےٰ کی ایک خاص قسم کی مخلوق ہے اُس کو فرشتہ کہتے ہیں فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ کھانے پینے سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں جیسے بول وبراز وغیرہ ان سے بھی پاک ہیں۔

فرشتے گناہوں سے معصوم ہیں۔فرشتوں کی تعداد بہت ہے سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔

فرشتوں کو اللہ تعالےٰ نے کاموں پر مقرر کیا ہے۔بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہوا پر مقرر کیا ہے۔بعض کو پانی پر بعض کو جان نکالنے پر، بعض کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر۔

فرشتوں میں ان چار کا رتبہ بہت بڑا ہے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام۔حضرت جبرئیلؑ پیغمبروں کے پاس وحی لانے پر مقرر ہیں اور حضرت میکائیلؑ روزی رسانی پر حضرت اسرافیلؑ قیامت کے دن صُور پھونکنے پر حضرت عزرائیلؑ جان نکالنے پر۔

جامِ محمدؐ

نیا ملک ہم کو دیا ہے خدا نے
کہ ہو اس میں جاری نظامِ محمدؐ

یہاں سے جو قرآن کا نُور چمکے
ہو دُنیا میں روشن مقامِ محمدؐ

دکھائیں اخوت کا ایسا نمونہ
کہ ہر دِل پہ ہو نقش نامِ محمدؐ

اسدؔ ہم اس امید پر جی رہے ہیں
کہ گردش میں آئے گا جامِ محمدؐ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یکن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یکن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T. ۲۶۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء